قرآن اور صاحب قرآن

کا اسلوبِ تعلیم

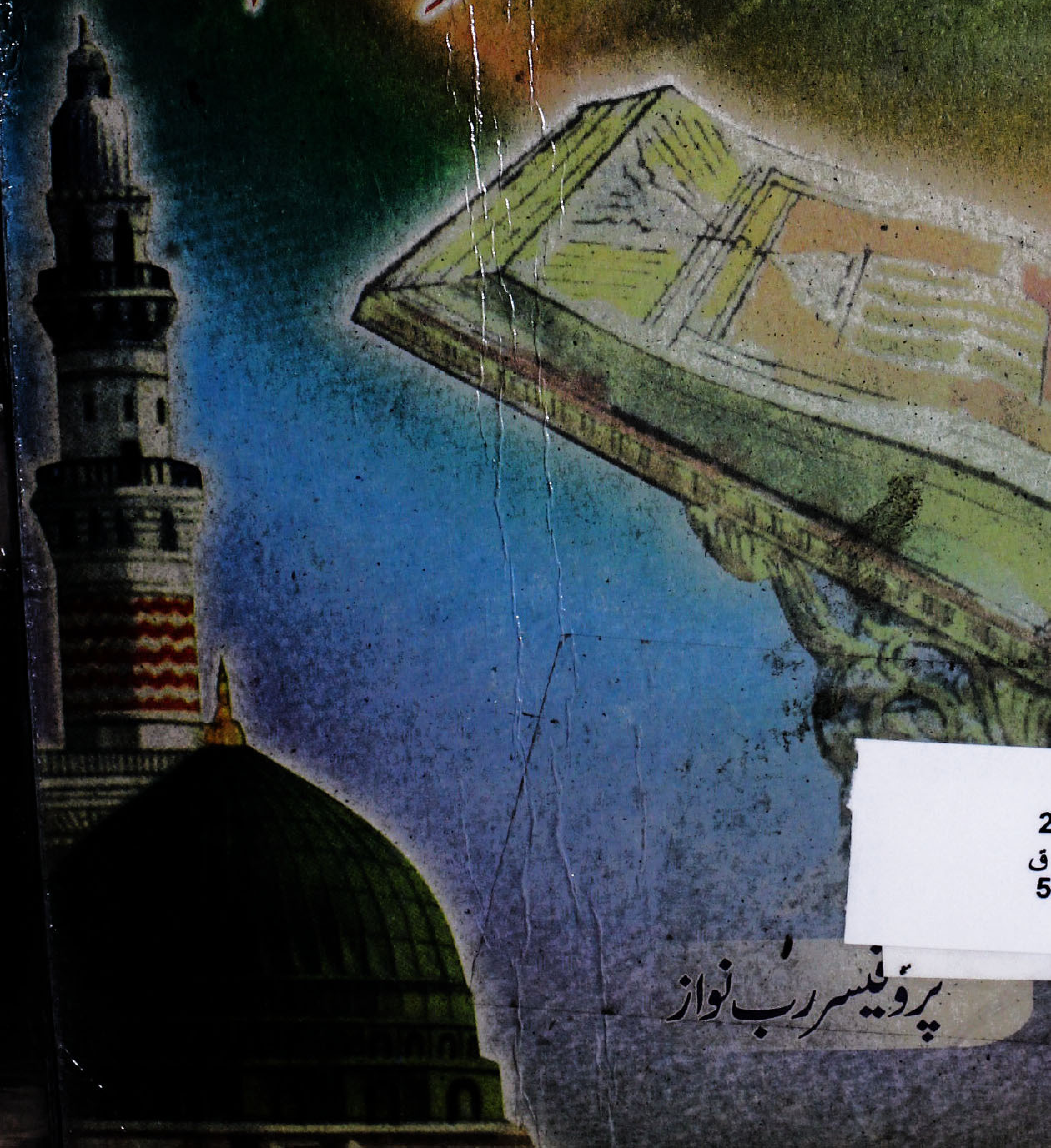

پروفیسر رب نواز

2
ف
5

۲۹۴۴۱۱
ق۲۲۳ر
Marfat.com

قرآن اور صاحب قرآن

کا

اسلوب تعلیم

پروفیسر رب نواز

ادارہ تعلیمی تحقیق، ۳۔ بہاول شیر روڈ، مزنگ، لاہور۔ فون وفیکس: ۷۳۱۲۲۸۸

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

نام کتاب	قرآن اور صاحب قرآن کا اسلوب تعلیم
نام مصنف	پروفیسر رب نواز
معاون	محمد اختر ضیاء
اشاعت	نومبر، ۲۰۰۱ء
تعداد	۱۰۰۰
مطبع	میٹرو پرنٹرز۔لاہور
ناشر	ادارہ تعلیمی تحقیق، ۳۔بہاول شیر روڈ، مزنگ، لاہور۔
قیمت	۷۵ روپے

Marfat.com

۱۴-۰۵-۰۴

انتساب

معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم

کے نام

جن پر نازل ہونے والی کتاب اور اس کی روشنی میں
آپؐ کے اسلوب تعلیم نے انسانوں کے دل کی
دنیا تبدیل کر دی۔

Marfat.com

حسن ترتیب

موضوعات	صفحہ نمبر
حرف تمنا	۱
پہلا حصہ: قرآن کا اسلوب تعلیم	۳
اسلوب کی اہمیت	۵
دعوت اسلام بذریعہ قرآن	۶
تیقن	۱۱
صاف اور واضح بات	۱۴
خوبصورت آہنگ	۱۶
سوال سے کلام کا آغاز	۱۸
سوالیہ انداز	۱۹
بات منوانے کے لیے قسموں کا استعمال	۲۰
دلسوزی، خیر خواہی	۲۱
روزہ مرہ زندگی سے مثالیں	۲۴
امثلہ (مثالیں)	۲۶
اطمینان وتسلی - ڈھارس بندھانا، بشارت	۲۸
انسانی فطرت کا جائزہ - نفسیات انسانی	۳۰
مخالفین کو پشیمانی میں مبتلا کرنا	۳۱

Marfat.com

چیلنج اور تہدّی	۳۴
امراء وغرباء؛ موازنہ وتقابل	۳۶
منظر کشی	۳۹
خاکہ نگاری	۴۱
متخالف اشیاء کا موازنہ - مقابلہ	۴۳
عقلی استدلال	۴۵
تاریخ سے استشہاد	۴۷
کائنات اور آثار کائنات سے دلائل	۵۱
انذار وتنذیر	۵۳
تبشیر	۵۷
حوالہ جات	۶۱
دوسرا حصہ۔ اسلوب نبویؐ	۶۷
عقل کے مطابق گفتگو	۷۰
صاف اور واضح گفتگو	۷۲
میانہ روی، توسط اور اعتدال	۷۴
تاکیدی گفتگو	۷۶
طریقہ تعلیم بذریعہ سوال و جواب	۷۸
آسان مثالوں کے ذریعے ترغیب	۸۱
لیکچر کے بعد سوال کا جواب دینا	۸۲

Marfat.com

تکرار	۸۴
مثالی نمونہ	۸۵
انسانی جذبات واحساسات کا خیال	۸۶
ملاطفت پر مبنی تعلیم	۸۹
دل سوزی اور غم گساری	۹۲
حوصلہ افزائی	۹۵
بلیغ انداز تنبیہ	۹۷
معلوم سے نامعلوم کی طرف	۹۸
آسان اور سہل انداز	۱۰۰
دل لگی۔ ہلکا پھلکا انداز	۱۰۲
ضرب الامثال اور تشبیہات کا استعمال	۱۰۴
طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو بیدار کرنا	۱۰۶
اشاروں کے ذریعے بات سمجھانا	۱۰۷
لکیروں / نقشوں کے ذریعے سمجھانا	۱۰۸
آنحضور ﷺ کی تدریسی حکمت عملی	۱۱۱
حوالہ جات	۱۱۹
کتابیات	۱۲۵

Marfat.com

Marfat.com

حرف تمنا

تاریخ انسانی میں جن کتب نے عظیم اثرات مرتب کئے ہیں اور انسانی فکر و نظر اور اخلاق و کردار میں انقلاب عظیم برپا کیا ہے ان میں قرآن سرفہرست ہے اور جن عظیم ہستیوں نے انسانی فکر و نگاہ کی دنیا بدلی ہے اور انسان کے اخلاق و کردار کو مثبت سانچوں میں ڈھالا ہے ان میں اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی ہستی سرفہرست ہے۔

اس فکر و نگاہ اور اخلاق و کردار کی تبدیلی میں جہاں صحیح تصورات و نظریات اور عقائد و افکار کا دخل ہے (جو کہ قرآن اور صاحب قرآن ہی نے پیش کئے ہیں) وہیں تعلیمات الٰہی اور تعلیمات نبوی کے طریقہ دعوت و اسلوب تعلیم کو بھی اہمیت حاصل ہے۔

قرآن اور صاحب قرآن کی تعلیمات میں جہاں نفسیات انسانی اور انسان کی ذہنی و عقلی سطح کو پیش نظر رکھا گیا ہے وہیں مختلف طریقہ ہائے تعلیم و اسالیب تعلیم از قسم مشق، تکرار، سوال و جواب، انکشاف و اکتشاف، استقراء و استخراج، مظاہرہ و عملی کام وغیرہ کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے

جدید تعلیمی دنیا میں جہاں تصور تعلیم بدلا ہے، تصور نصاب تبدیل ہوا ہے وہیں طریقہ ہائے تدریس و تعلیم میں بھی تنوع پیدا ہوا ہے۔ اب طریقہ ہائے تدریس کے میدان میں بڑے پیمانے پر لٹریچر تیار کیا جا رہا ہے اور اس موضوع پر کتابیں اشاعت پذیر ہو رہی ہیں تاکہ تصورات تعلیم اور نصاب تعلیم

کو بہتر انداز میں طلبہ تک منتقل کیا جا سکے۔ نیز تعلم کی پختگی اور پائداری کے راستوں میں وسعت پیدا کی جا سکے۔

ادھر بیسویں صدی سے احیائے تعلیم اسلامی اور تعلیم کی اسلامی تشکیل جدید (Islamization of Education) کا جو کام شروع ہوا ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم تعلیم اور اس کے تمام شعبوں کو قرآن و سنت کی بنیاد پر از سر نو مدون و مرتب کریں۔

ادارہ تعلیمی تحقیق عرصہ بیس سال سے اس میدان میں خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

میں جناب پروفیسر ظفر حجازی صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور مفید مشورے دیئے۔ نیز کتاب کی طباعت و اشاعت کا اہتمام فرمایا۔ ادارہ کے ریسرچ ایسوسی ایٹ اختر ضیاء کا ممنون ہوں کہ انہوں نے نہ صرف اس کتاب کے مسودہ کی پروف ریڈنگ کی بلکہ طباعت و اشاعت کے مراحل میں برابر کے شریک رہے۔

پروفیسر رب نواز
ڈائریکٹر ادارہ تعلیمی تحقیق لاہور

Marfat.com

قرآن کا
اسلوب تعلیم

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن اور صاحب قرآنؐ نے جہاں عرب معاشرے میں پھیلے ہوئے مشرکانہ عقائد ونظریات کا ابطال اور غلط رسم و رواج مٹانے کے لیے دلائل و براہین سے کام لیا اور ایک منظّم و مربوط نظام فکر وعمل پیش کیا وہیں طریقہ تعلیم بھی ایسا پیش کیا جس کی بدولت عربوں کے دل مسخر ہو گئے اور وہ تھوڑے ہی عرصے میں اسلام کے گرویدہ ہو گئے۔ طفیلؓ بن عمرو الدوسی جیسے عظیم شاعر اور عمرؓ فاروق جیسے مدبر اس فطری کلام سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ تاریخ میں ہزاروں اشخاص کے نام ملتے ہیں جو یا تو قرآنی طریقہ ابلاغ سے متاثر ہوئے یا معلم انسانیتؐ کی معلمانہ حکمت تدریس نے انہیں اسلام سے قریب تر کر دیا۔

اسلوب کی اہمیت

کسی بھی نظام فکر وعمل میں جہاں اساسی و بنیادی افکار وتصورات کی اہمیت ہے وہیں ان افکار وتعلیمات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے اسلوب (Style)، زبان (Language) اور ابلاغ (Communication) کی اہمیت بھی مسلم ہے۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدائے ذوالجلال نے کس کس موقع پر کونسا اسلوب اختیار کیا اور آنحضورﷺ کی

سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ؐ نے قرآنی راہنمائی میں ان اسالیب اور طریقہ ہائے تعلیم کو کیا عملی شکل دی جس کی بدولت لوگوں کی ایک کثیر تعداد آپ ؐ کی گرویدہ ہوگئی، پھر ان لوگوں نے اس تعلیم سے فیض یاب ہوکر جب دین اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کیا تو لاکھوں کروڑوں انسانوں نے اسلام کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور تقریباً ایک ہزار سال تک اسلام غالب و حکمران قوت بنا رہا۔ آج پھر ضرورت ہے کہ قرآن و صاحب قرآن کے اسلوب دعوت و تعلیم کی بنیاد پر تعلیمی حکمت عملی وضع کی جائے۔

دعوت اسلام بذریعہ قرآن:

اسلام کی دعوت و تعلیم میں قرآن کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، مکی زندگی میں خصوصاً آپ ؐ نے عربوں کے سامنے دعوت بذریعہ قرآن پیش کی۔ آپ ؐ جہاں ہوتے، جس محفل میں جاتے اور جس قبیلے میں جاتے لوگوں کے سامنے قرآن کی آیات پڑھ کر سناتے۔ آپ ؐ قرآن کی اس آیت کی تفسیر بن گئے جو آپ کے مقاصد بعثت پر روشنی ڈالتی ہے، اس آیت کا پہلا حصہ یہ ہے:

يتلوا عليهم آيٰتهٖ (1)

(کہ یہ پیغمبر) لوگوں کو اس کی آیات پڑھ پڑھ کر سناتا ہے۔

آپ ؐ نے دعوت بذریعہ قرآن کیسے دی اس کا اندازہ ذیل کے واقعات سے لگایا جا سکتا ہے:

آپ ؐ کعبۃ اللہ میں نماز ادا فرماتے تو بلند آواز سے قرآن کی قرات فرماتے جس کا تذکرہ سورۃ العلق میں یوں کیا گیا ہے:

ارءيت الذى ينهٰى ٥ عبدا اذا صلّٰى ٥ ارءيت

Marfat.com

ان كان علی الهدٰی oاو امر بالتقوٰی oار ء یت ان
كذب و تولٰیo الم یعلم بان الله یرٰی o(2)

تم نے دیکھا اس شخص کو جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے اگر (وہ بندہ) راہ راست پر ہو یا پرہیز گاری کی تلقین کرتا ہو، تمہارا کیا خیال ہے اگر یہ منع کرنے والا شخص حق کو جھٹلاتا اور اس سے منہ موڑتا ہو، کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟

(آنحضورؐ نماز کے دوران میں بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے جو مشرکین پر شاق تھی اس لئے وہ آپؐ کو تلاوت روکتے تھے)۔

عرب کے مشہور حکیم سوید بن ثامت کے سامنے بھی آپؐ نے قرآن کی آیات ہی تلاوت کیں۔ سوید کے پاس صحیفہ لقمان تھا - آپؐ کو جب معلوم ہوا تو آپؐ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے کہا میرے پاس صحیفہ لقمان ہے، آپؐ نے فرمایا: ''لایئے وہ کیا ہے؟'' صحیفہ کے اقتباسات سننے کے بعد آپؐ نے فرمایا:

هذا الكلام حسن و الذی عندی هی افضل من هذا، قرآن انزله الله علی، هو هدٰی و نور، فتلا علیه رسول الله القرآن و دعا الی الاسلام یعید منه وقال ان هذا القول حسن. (3)

یہ کلام خوب ہے مگر جو کچھ میرے پاس ہے وہ اس سے بہتر ہے۔ یعنی قرآن حکیم جسے اللہ نے مجھ پر نازل کیا ہے- یہ

Marfat.com

ہدایت اور نور ہے۔ پھر آپؐ نے سوید کے سامنے کچھ آیات تلاوت کیں اور اسے دوبارہ اسلام کی دعوت دی، وہ کہنے لگا واقعی یہ عمدہ بات ہے۔

قریش مکہ نے جب اپنے ذہین اور فطین شخص عتبہ بن ابی ربیعہ کو پورے اختیارات کے ساتھ آپؐ کے پاس بھیجا تا کہ وہ آپ کو' کچھ لو اور کچھ دو' کے اصول پر راضی کرے تو عتبہ کی گفتگو پر آپؐ نے اپنی طرف سے کوئی بات کرنے کے بجائے قرآن پیش کیا، تاریخ نے یہ مکالمہ ہمارے لیے محفوظ کر دیا ہے، ملاحظہ کیجئے:

عتبہ نے کہا'' بھتیجے! تم اپنی قوم میں نسب اور خاندان کے اعتبار سے جو حیثیت رکھتے ہو وہ تمہیں معلوم ہے مگر تم اپنی قوم پر ایک بڑی مصیبت لے آئے ہو، تم نے جمعیت میں تفرقہ ڈال دیا، ساری قوم کو بے وقوف ٹھہرایا، قوم کے دین اور اس کے معبودوں کی برائی کی اور ایسی باتیں کرنے لگے جن کے معنی یہ ہیں کہ ہم سب کے باپ دادا کافر تھے۔ اب ذرا میری بات سنو! میں کچھ تجویزیں تمہارے سامنے رکھتا ہوں، ان پر غور کرو شاید کہ ان میں سے کسی کو تم قبول کر لو''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوالولید! آپ کہیں میں سنوں گا''۔
اس نے کہا: '' بھتیجے! یہ کام جو تم نے شروع کیا ہے اس سے اگر تمہارا مقصد مال حاصل کرنا ہے تو ہم سب مل کر تم کو اتنا کچھ دیئے دیتے ہیں کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ گے، اگر اس سے اپنی بڑائی چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں اور اگر تم پر کوئی جن آتا ہے جسے تم خود رفع کرنے پر

Marfat.com

قادر نہیں ہو تو ہم بہترین اطباء بلواتے ہیں اور اپنے خرچ پر تمہارا علاج کراتے ہیں''۔ عتبہ یہ باتیں کرتا رہا اور حضور ﷺ خاموشی کے ساتھ سنتے رہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ''ابوالولید! آپ کو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے؟'' اس نے کہا: ''ہاں''۔ آپؐ نے فرمایا: ''اچھا اب میری سنو'' - اس کے بعد آپؐ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورۃ السجدہ کی تلاوت شروع کی اور عتبہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیکے غور سے سنتا رہا - آیت سجدہ پر آپؐ نے سجدہ کیا پھر سر اٹھا کر فرمایا: ''اے ابوالولید! میرا جواب آپ نے سن لیا اب آپ جانیں اور آپ کا کام''.(4)

اس واقعے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ معلم انسانیتؐ اپنے مخالفین کے سامنے اپنی طرف سے دلائل دینے کے بجائے قرآنی استدلال کام میں لاتے تھے اور اپنے پاس سے گفتگو کرنے کے بجائے قرآنی آیات پیش کرتے تھے۔

صحابہؓ کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے لئے آپؐ نے دار ارقم کو مرکز قرار دے دیا تھا جہاں صحابہؓ جمع ہوتے تھے، آپؐ پر جو آیات وسور نازل ہوتی تھیں وہ آپؐ بلا کم و کاست صحابہؓ کے سامنے پڑھتے تھے، یہی قرآن بنیادی ذریعہ تھا دعوت پھیلانے کا۔

حضرت عمرؓ فاروق کا قبول اسلام بھی قرآن ہی کی مرہون منت ہے۔ عمر جب داعی اسلام کو ختم کرنے کے لیے ننگی تلوار لے کر دار ارقم جا رہے تھے تو راستے میں نعیمؓ بن عبداللہ نے عمر کے خطرناک ارادوں کو بھانپتے ہوئے پوچھا ''عمر کدھر کا ارادہ ہے؟'' بولے ''محمد (ﷺ) کو (نعوذ باللہ) ختم کرنے جا رہا ہوں''۔ نعیمؓ نے کہا: ''پہلے گھر کی خبر تو لو تمہارے بہنوئی اور بہن

Marfat.com

دونوں اسلام قبول کر چکے ہیں''۔ عمر غصے سے واپس گھر پلٹے۔ بہن اور بہنوئی نے جو حضرت خبابؓ بن الارت سے قرآن پڑھ رہے تھے عمر کی آہٹ سن کر دروازہ بند کر دیا۔ جب عمر کے اصرار پر دروازہ کھولا گیا تو عمر نے کہا: ''کیا پڑھ رہے تھے''؟ اور بہنوئی کو پیٹنا شروع کر دیا۔ بہن آڑے آئیں تو انہیں بھی مارا۔ مار مار کر تھک گئے تو بہن نے کہا: ''عمر خواہ کچھ کر لو اسلام ہمارے دل سے نہیں نکل سکتا۔'' یہ سننا تھا کہ عمر پگھل گئے، کہا: ''لاؤ جو کچھ پڑھ رہے تھے''، کہا ''تم نجس ہو''۔ لا یمسه الا المطهرون. (الواقعه: ۷۹) اسے وہی ہاتھ لگا سکتے ہیں جو پاک ہوں۔ عمر نے غسل کیا، لباس بدلا تو اتنے میں خبابؓ بھی سامنے آ گئے، حضرت خبابؓ نے سورۃ طٰہٰ کی آیات پڑھیں تو عمر موم ہو گئے اور کہنے لگے: ''ما احسن هذه الکلام''. (5) واہ کیا خوب کلام ہے! اور پھر سیدھے دارارقم اسلام قبول کرنے کے لیے جا پہنچے۔ صحابہؓ نے عمر کو یوں آتے دیکھا تو ڈر گئے، حضرت حمزہؓ نے فرمایا: ''چھوڑ دو عمر اگر اچھے ارادے سے آیا تو خیر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کی گردن اڑا دونگا''۔ عمر نے دروازے پر دستک دی، آپؐ نے خود آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور عمر کو گریبان سے پکڑ فرمایا: ''عمر کس ارادے سے آئے ہو''؟ کہا: ''اسلام قبول کرنے''۔ صحابہؓ نے بے ساختہ نعرہ تکبیر بلند کیا، یوں تاثیر قرآن نے سنگ دل کو موم بنا دیا۔ (5۔الف)

مندرجہ بالا واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی دعوت بذریعہ قرآن ہی تھی۔ آپؐ مختلف مواقع پر لوگوں کے پاس پہنچ جاتے۔ خاص طور پر ایام حج میں جہاں بھیڑ ہوتی آپؐ تشریف لے جاتے اور انہیں اللہ کا پیغام

Marfat.com

سناتے - جو نیا آدمی مکہ میں آتا اسے کلام الٰہی سناتے - مشرکین نے جب قرآن کی یہ تاثیر دیکھی تو اپنے کانوں میں روئی رکھنا شروع کر دی اور اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونسنا شروع کر دیں تاکہ قرآن کی آواز ان کے کانوں میں نہ پڑے۔ خود قرآن مشرکین کے اس طرز عمل کی وضاحت یوں کرتا ہے:

وقال الذین کفروا لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فیه ٥(6)

کافر کہتے ہیں کہ قرآن نہ سنو اور جب قرآن پڑھا جائے تو شور مچا دو۔

قرآن کی بے پناہ تاثیر کی بنیاد پر ہی مشرکین مکہ نے آپ کو ساحر کہنا شروع کر دیا۔ قرآن کے وہ کیا کمالات تھے؟ قرآن اپنے اندر کونسی دعوتی خوبیاں رکھتا تھا؟ وہ کن اسالیب و بیانات کا شاہکار تھا؟ اس نے ابلاغ تعلیم کے لیے کون سے طریقے اختیار کیے؟ آئندہ سطور میں ان میں سے چند ایک کا مشتے نمونہ از خروارے ذکر کیا جاتا ہے۔

تیقن

قرآنی طریقہ تعلیم کی ایک اہم خصوصیت تیقن ہے - قرآن نے جو بات کی ہے پورے یقین کے ساتھ اور حزم کے ساتھ کی ہے، اس نے آغاز ہی شک و ریب اور تشکیک و تذبذب کے بجائے یقینیات سے کیا ہے- قرآن کا پہلا صفحہ کھولتے ہی یہ آیت سامنے آتی ہے۔

ذالک الکتاب لاریب فیه (7)

یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں۔

اتنے یقین کے ساتھ وہی بات کر سکتا ہے جو برسر حق ہو، جس کا موقف سراسر صداقت پر مبنی ہو، جو راستی کا علمبردار ہو، جو براہ راست علم رکھتا ہو، جو سنی سنائی باتوں سے دور ہو۔ قرآن کی بے شمار آیات خود قرآن اور صاحب قرآن کے ہادی اور رہنما ہونے کے بارے میں تیقن سے مملو ہیں۔

سورۃ الزمر میں کتاب کی حقانیت کے بارے میں کہا گیا:

تنزیلالکتاب من اللہ العزیز الحکیم ○ انا انزلنا الیک الکتاب بالحق فاعبد اللہ مخلصاله الدین ○ (8)

اس کتاب کا نزول اللہ زبردست اور دانا کی طرف سے ہے۔ (اے محمدؐ) یہ کتاب ہم نے تمھاری طرف برحق نازل کی ہے لہذا تم اللہ ہی کی بندگی کرو دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔

اسی سورۃ میں ایک دوسرے مقام پر کہا گیا:

انا انزلنا علیک الکتاب للناس بالحق فمن اھتدی فلنفسه ومن ضل فانما یضل علیھا وما انت علیھم بوکیل ○ (9)

(اے نبیؐ) ہم نے سب انسانوں کے لیے یہ کتاب برحق تم پر نازل کر دی ہے۔ اب جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا اپنے لیے کرے گا اور جو بھٹکے گا اس کے بھٹکنے کا وبال اسی پر ہوگا، تم ان کے لیے ذمہ دار نہیں ہو۔

٥٤٥٨٥

Marfat.com

حٰم السجدہ میں پورے حزم و یقین کے ساتھ کہا گیا کہ باطل اس کے قریب نہیں پھٹک سکتا - یہ سراسر حق اور یقینیات کی نمائندہ کتاب ہے -فرمایا گیا:

وانہ لکتاب عزیز o لایاتیہ الباطل من بین یدیہ
ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید o(10)

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک زبردست کتاب ہے، باطل نہ سامنے سے اس پر آ سکتا ہے نہ پیچھے سے، یہ ایک حکیم وحمید کی نازل کردہ چیز ہے-

''سامنے سے نہ آ سکنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پر براہ راست حملہ کر کے اگر کوئی شخص اس بات کو غلط اور اس تعلیم کو باطل و فاسد ثابت کرنا چاہے تو اس میں کامیاب نہیں ہوسکتا - پیچھے سے نہ آ سکنے کا مطلب یہ ہے کہ کبھی کوئی حقیقت وصداقت ایسی منکشف نہیں ہوسکتی جو قرآن کے بیان کردہ علم کی تردید کرتی ہو، کوئی تجربہ اور مشاہدہ ایسا نہیں ہوسکتا جو یہ ثابت کر دے کہ قرآن نے عقائد، اخلاق، قانون، تہذیب وتمدن، معیشت و معاشرت اور سیاست مدن کے باب میں انسان کو جو رہنمائی دی ہے وہ غلط ہے- اس کتاب نے جس چیز کو حق کہہ دیا ہے وہ کبھی باطل نہیں ہوسکتا اور جسے باطل کہہ دیا ہے وہ کبھی حق ثابت نہیں ہوسکتی'' -(11)

سورۃ یٰسین میں صاحب قرآن کے برسرحق ہونے کا اظہار یوں کیا گیا:

یٰسین o والقرآن الحکیم o انک لمن

Marfat.com

المرسلین o علی صراط مستقیم o (12)

قسم ہے قرآن حکیم کی تم یقیناً رسولوں میں سے ہو (اور) سیدھے راستے پر ہو۔

اس طرح گویا قرآن نے اپنی تعلیمات کی بنیاد یقینیات پر رکھی جس میں کسی قسم کا شک وتذبذب راہ نہ پاسکا۔

صاف اور واضح بات:

اسلام کی تعلیم اور اس کی دعوت معماتی نوعیت کی نہیں ہے کہ سمجھ میں نہ آسکے۔ یہ نہ اتنی مشکل ہے کہ چیستاں بن جائے اور نہ اتنی گنجلک ہے کہ عقل عام اس کا احاطہ نہ کر سکے۔ ایک بدو بھی آسانی کے ساتھ اسے سمجھ سکتا ہے۔ اس سے ایک امی بھی اتنا ہی مستفید ہوسکتا ہے جتنا کہ پڑھا لکھا انسان۔ قرآن نے بار بار اپنے اس سہل الفہم، غیر ذی عوج، واضح اور صاف تعلیم کی حامل ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور حق یہ ہے کہ قرآن کے اسی انداز تکلم نے لوگوں کی سوچوں کے دھارے تبدیل کردیئے۔ خود قرآن اپنے بارے میں کہتا ہے:

قرآنا عربیا غیر ذی عوج لعلھم یتقون o (13)

(یہ) قرآن عربی زبان میں ہے، جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں ہے تاکہ یہ برے انجام سے بچ سکیں۔

"یعنی اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ عام آدمی کے لیے اس کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش آئے بلکہ صاف صاف سیدھی بات کہی گئی ہے جس سے ہر آدمی جان سکتا ہے کہ یہ کتاب کس چیز کو غلط کہتی ہے اور کیوں؟ کس چیز کو صحیح کہتی ہے اور کس بناء پر؟" (14)

الزخرف میں ارشاد ہوا:

حٰم ○والکتاب المبین ○انا جعلنٰہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون ○(15)

قسم ہے اس واضح کتاب کی ، ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم لوگ اسے سمجھو۔

سورہ یوسف میں کہا گیا:

الرٰ○تلک آیات الکتاب المبین ○انا انزلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون ○(16)

یہ اس کتاب کی آیات ہیں جو اپنا مدعا صاف صاف بیان کرتی ہے۔ ہم نے اسے نازل کیا ہے قرآن بنا کر عربی زبان میں تاکہ تم (اہل عرب) اس کو اچھی طرح سمجھ سکو۔

قرآن نے اپنی دعوت لوگوں تک پہنچانے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے تاکہ لوگ اسے آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں:

ولقد صرفنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل ۔ (17)

ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا۔

سورہ الروم میں یہی مضمون کسی اور طرح بیان کیا گیا ہے:

ولقد ضربنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل○(18)

بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی

Marfat.com

مثالیں بیان کی ہیں۔

قرآن مجید نے اپنی دعوت کے لیے تمثیلات، تشبیہات، کنایات، امثلہ، تاریخی واقعات اور روزمرہ زندگی کے حالات وکوائف بیان کیے ہیں۔ یہ جملہ اسالیب اس کے واضح اور غیرمبہم پیغام پر دال ہیں اور قرآن کا یہ صرف دعویٰ ہی نہیں ہے جو کوئی بھی قرآن پڑھے گا اسے معلوم ہوگا کہ واقعی قرآن کی دعوت، اس کی زبان اور اس کے مضامین کتنے واضح اور صاف ہیں؟۔

خوبصورت آہنگ:

قرآن کا صوتی انداز اور آہنگ اتنا خوبصورت اور دلکش ہے کہ انسان سنتا ہی چلا جائے۔

عرب جو اپنی زبان دانی پر فخر کرتے تھے جب قرآن سے آشنا ہوئے تو اسی کے ہو کر رہ گئے۔ لبید بن ربیعہ سے جو عرب کے صف اول کے شعراء میں شمار ہوتا تھا شاعری کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا ''جب سے سورۃ آل عمران پڑھی شاعری چھوڑ دی ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے اس آہنگ نے ذوق جمالیات کے دلدادہ عربوں کو گھائل کر دیا۔ صرف دو نمونے ملاحظہ ہوں!

سورۃ الرحمٰن پوری کی پوری خوبصورت آہنگ کا نمونہ ہے۔ یہ آیات ملاحظہ کریں!

مرج البحرین یلتقیان ٥بینهما برزخ لایبغیان ٥فبای الآء ربکما تکذبان ٥یخرج منهما اللؤلؤ و المرجان ٥فبای الآء ربکما تکذبان ٥ وله

Marfat.com

الجوار المنشات فی البحر کالاعلام ٥فبا
ی آلاء ربکما تکذبان ٥ کل من علیها فان و
یبقیٰ وجه ربک ذوالجلال والاکرام ٥فبای
آلاء ربکما تکذبان ٥یسئله من فی السمٰوات
والارض کل یوم هو فی شان ٥فبا ی آلاء ربکما
تکذبان ٥سنفرغ لکم ایه الثقلان ٥فبای آلاء
ربکما تکذبان ٥(19)

سورۃ ص کی چند آیات ملاحظہ ہوں:

ص و القرآن ذی الذکر ٥بل الذین کفروا
فی عزة و شقاق ٥کم اهلکنا من قبلهم من
قرن فنادوا ولات حین مناص ٥وعجبوا ان
جاء هم منذر منهم وقال الکافرون هذا
ساحر کذاب ٥ا جعل الألهة الٰها واحدا ٥ان
هذا لشیء عجاب ٥وانطلق الملاء منهم ان
امشوا واصبروا علیٰ الهتکم ان هذا لشیء
یراد ٥ماسمعنا بهذا فی الملة الاخره ان هذا الا
اختلاق ٥ء انزل علیه الذکر من بیننا بل هم ٥ام
عندهم خزائن رحمة ربک العزیز الوهاب ٥ام
لهم ملک السمٰوات والارض ومابینهما فلیر
تقوا فی الاسباب ٥جند ما هنالک مهزوم

Marfat.com

من الاحزاب ○ کذبت قبلھم قوم نوح و

عادو فرعون ذوالاوتاده○(20)

سوال سے کلام کا آغاز:

طریقہ تعلیم میں آمادگی کو بہت اہمیت حاصل ہے- قرآن نے مخاطب میں آمادگی پیدا کرنے کے لیے بعض اوقات اپنی گفتگو کا آغاز سوال سے کیا ہے اور پھر جواب کی صورت میں مدعا بیان کیا ہے- اس طرح سامعین کو متوجہ کرنے کے لیے بہترین موقع پیدا کیا ہے- سورۃ المعارج میں آخرت اور احوال آخرت کا تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے- اتنے اہم مضامین کے لیے آمادگی اور توجہ کی اشد ضرورت تھی، جس کی بنا پر قرآن نے سوال سے آغاز کیا ہے اور انداز یہ اختیار کیا ہے کہ لوگ سوال سے زیادہ جواب کی طرف متوجہ ہوں- فرمایا: سئل سائل بعذاب واقع (21)

اس کے بعد طویل جواب دیا گیا جس کے سننے کے لیے مخاطبین میں دلچسپی پیدا ہونا فطری امر ہے-[۹]

سورۃ القیامہ بھی احوال آخرت پر مشتمل ہے- کلام کا آغاز یسئل ایان یوم القیامۃ (22) کی صورت میں کیا گیا اور ساتھ ہی طویل جواب دیا گیا-

سورۃ النباء کی ابتداء بھی سوال سے کی گئی: عم یتساء لون عن النبا العظیم الذی ھم فیہ مختلفون (23) یعنی یہ لوگ کس چیز کے بارے میں سوال کر رہے ہیں؟ اس عظیم خبر کے بارے میں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں- اس کے بعد طویل جواب دیا گیا-

Marfat.com

اسی طرح روح کے بارے میں بھی کلام کا آغاز سوال سے کیا گیا:

یسئلونک عن الروح (24)

ذی القرنین کے بارے میں بھی سوال سے آغاز کیا گیا: یسئلونک عن ذی القرنین (25)

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نے سوال کر کے مخاطب کو جواب سننے کیلئے آمادہ کیا۔ یوں گویا قرآن نے اپنی دعوت اور تعلیم کے لئے ایک نفسیاتی تکنیک استعمال کی۔

سوالیہ انداز:

قرآن نے اپنی دعوت موثر انداز میں لوگوں تک پہنچانے کے لیے جہاں دوسرے مختلف طریقے استعمال کیے وہیں سوالیہ انداز کا طریقہ بھی اختیار کیا۔ سوال کرنے سے مخاطب چونک پڑتا ہے اور جواب کے لیے متوجہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح نہایت موثر انداز میں پیغام پہنچایا جا سکتا ہے، نیز اس انداز کی بدولت ایسا ماحول پیدا ہو جاتا ہے جس میں پیغام اور ابلاغ کی تاثیر کے مواقع بڑھ جاتے ہیں۔ قرآن نے بہت سے مواقع پر یہ طریقہ استعمال کیا۔

سورۃ الحاقہ کا آغاز اس انداز سے کیا گیا:

الحاقة ٥ما الحاقة٥وما ادرٰک ما الحاقة٥(26)

گویا سامع جب اچھی طرح ہوشیار و بیدار ہو گیا تو پھر جواب دیا گیا۔

سورہ الانفطار میں کہا گیا:

وما ادرٰک مایوم الدین ٥ثم مادرٰک ما یوم الدین ٥(27)

ان سوالات کے بعد جواب دیا گیا۔

Marfat.com

سورۃ المطففین میں سجین وعلین کے بارے میں یہی سوالیہ انداز تخاطب اختیار کیا گیا۔ ارشاد ہوا:

ان کتاب الفجار لفی سجین o وماادراک ماسجین o کتاب مرقوم o(28)

کلا ان کتاب الابرار لفی علیین o وما ادراک ماعلیون o کتاب مرقوم o(29)

بات منوانے کے لیے قسموں کا استعمال:

یہ عام دستور ہے کہ جب کوئی شخص کسی کی بات نہیں مانتا تو موخرالذکر قسم کھاتا ہے۔ اس سے ایک تو بات کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے دوسرے بات کی صداقت و واقعیت کا۔ اس طرح مخاطب بات کو وزن دینے اور ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ روزمرہ زندگی میں استعمال ہونے والے انہی فطری اصولوں کو قرآن نے مختلف مواقع پر استعمال کیا۔

قرآن کی بہت سی مکی سورتوں کا آغاز قسم سے ہوتا ہے۔ انہی سورتوں نے قریش کو ہلا کر رکھ دیا۔ نتیجتاً عقل سلیم کے حامل لوگوں نے اس پیغام کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔

سورۃ القیامہ کی ابتدا قسم سے کی گئی:

لااقسم بیوم القیامۃ o ولااقسم بالنفس اللوامہ o ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ o بلیٰ قادرین علیٰ ان نسوی بنانہ o(30)

Marfat.com

نہیں میں قسم کھاتا ہوں یوم قیامت کی اور نہیں میں قسم کھاتا ہوں نفس لوامہ کی - کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم (قیامت کے روز) اس کی ہڈیاں جمع نہیں کر سکیں گے ؟ (یقیناً) کیوں نہیں ؟ ہم تو اس کی انگلیوں کے پورے تک صحیح و سلامت کرنے پر قدرت رکھتے ہیں -

سورۃ المرسلات کا آغاز بھی قسم سے کیا گیا:

والمرسلٰت عرفا ٥ فالعٰصفات عصفا ٥ والنٰشرات نشرا ٥ فالفارقٰت فرقا ٥ فالملقیات ذکرا ٥ عذرا او نذرا ٥ انما توعدون لواقع ٥ (31)

قسم ہے ان ہواؤں کی جو پے در پے بھیجی جاتی ہیں - پھر طوفانی رفتار سے چلتی ہیں اور بادلوں کو اٹھا کر پھیلاتی ہیں - پھر ان کو جدا کرتی ہیں - پھر (دلوں میں خدا کی) یاد ڈالتی ہیں، عذر کے طور پر یا ڈراوے کے طور پر، جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے ضرور واقع ہونے والی ہے -

دلسوزی / خیر خواہی:

داعی میں جس قدر سوز ہوگا، جس قدر وہ خیر خواہی کے جذبے سے لبریز ہوگا اسی قدر اس کی دعوت کی تاثیر زیادہ ہوگی اور جس قدر خیر خواہی کا جذبہ کم اور سوز مفقود ہوگا دعوت کی اثر انگیزی کم ہوگی -

قرآن نے جن داعیوں کا تذکرہ کیا ہے، انسانیت کے لیے ان کی

Marfat.com

تڑپ اور خیر خواہی کا ذکر بھی کیا ہے- خود آنحضور ﷺ کے بارے میں قرآن نے کہا:

فلعلک باخع نفسک علیٰ آثارھم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفاہ (32)

اچھا تو اے محمد، شاید تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھو دینے والے ہو اگر یہ لوگ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے-

یہ اشارہ ہے اس حالت کی طرف جس میں اس وقت نبی کریم ﷺ مبتلا تھے- اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو رنج ان تکلیفوں کا نہ تھا جو آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو دی جا رہی تھیں، بلکہ جو چیز آپ کو اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی وہ یہ تھی کہ آپ اپنی قوم کو گمراہی اور اخلاقی پستی سے نکالنا چاہتے تھے اور وہ کسی طرح نکلنے پر آمادہ نہیں ہوتی تھی- (33)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت پریشان رہتے تھے کہ لوگ آپ کی دعوت کیوں نہیں قبول کرتے اور کیوں وہ اپنے آپ کو جہنم کا مستحق بنا رہے ہیں؟ یہی فکر آپ کو ہر وقت بے چین رکھتی تھی- قرآن میں بار بار اس فکر و پریشانی کا ذکر کیا گیا ہے-

اسی طرح فرعون کے ایک درباری (جسے قرآن نے مومن کہا ہے) نے اپنی قوم کو جس خیر خواہی کے جذبے سے دعوت دی اس کا ذکر قرآن میں متعدد مرتبہ کیا گیا ہے- اس واقعہ سے ایک داعی کی تڑپ اور جذبہ خیر خواہی کا اندازہ ہوتا ہے- یہ داعی اپنی قوم سے بصد تاسف کہتا ہے:

Marfat.com

ویا قوم مالی ادعو کم الی النجاۃ و تدعوننی الی النار o تدعوننی لا کفر باللہ و اشرک بہ مالیس لی بہ علم و انا ادعو کم الی العزیز الغفار o.....فستذکرون ما اقول لکم وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد o(34)

اے قوم! آخر یہ کیا ماجرا ہے کہ میں تو تم لوگوں کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم لوگ مجھے آگ کی طرف دعوت دیتے ہو؟ کہ میں اللہ سے کفر کروں اور اس کے ساتھ ان ہستیوں کو شریک ٹھہراؤں جنہیں میں نہیں جانتا، حالانکہ میں تمہیں اس زبردست مغفرت کرنے والے خدا کی طرف بلا رہا ہوں --- آج جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، عنقریب وہ وقت آئے گا جب تم اسے یاد کرو گے اور اپنا معاملہ میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں، وہ اپنے بندوں کا نگہبان ہے-

یہ دلسوزی و خیر خواہی اس مرد مومن کو موت کے بعد بھی چین سے نہیں بیٹھنے دیتی، وہ قوم کے برے انجام کو دیکھ کر کڑھتا ہے اور بے قراری کے عالم میں ان تک حسرت آمیز خواہش پہنچانا چاہتا ہے-

قال یلیت قومی یعلمون o بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین o(35)

اس نے کہا اے کاش! میری قوم کو معلوم ہوتا کہ میرے

Marfat.com

رب نے کس چیز کی بدولت میری مغفرت فرما دی اور مجھے
باعزت لوگوں میں داخل فرمایا۔

روزمرہ زندگی کی مثالیں:

تعلم کو موثر بنانے کے لیے قرآن نے روزمرہ زندگی سے ایسی مثالیں دیں جو ایک طرف فہم انسانی کے قریب ہیں تو دوسری طرف ان کا تعلق عام انسانی کلیات کے اطلاق کے حوالے سے ہے۔ روزمرہ زندگی کی مثالوں کی بے حد اہمیت ہے، قرآن کے سامنے بدوی معاشرہ تھا، عرب امی تھے، اس لیے قرآن نے ان کے سامنے مجرد تصورات اور فلسفیانہ افکار پیش کرنے کے بجائے آثار کائنات سے مثالیں پیش کیں اور عقل سلیم کو نتائج اخذ کرنے پر آمادہ کیا۔

یہ مثالیں صفحات قرآن میں جا بجا موجود ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

ومن آیاتہ انک تری الارض خاشعة فاذا
انزلنا علیھا الماء اھتزت وربت ان الذی
احیاھا لمحی الموتیٰ انہ علیٰ کل شیء
قدیر ٥(36)

اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو زمین
سونی پڑی ہوئی ہے، پھر جونہی کہ ہم نے اس پر پانی
برسایا، یکایک وہ پھبک اٹھتی ہے اور پھول جاتی ہے، یقیناً
جو خدا اس مری ہوئی زمین کو جلا اٹھاتا ہے وہ مردوں کو بھی
زندگی بخشنے والا ہے۔

Marfat.com

یہ بات ہر شخص کے مشاہدے میں ہے کہ زمین سوکھی اور مری ہوئی ہوتی ہے پھر بارش کے ذریعے تر و تازہ اور زندہ ہو جاتی ہے اور اس میں طرح طرح کی بوٹیاں اور سبزیاں اگ پڑتی ہیں اور وہ لہلہا اٹھتی ہے۔ اسی مشاہدے کے ذریعے قرآن نے زندگی بعد موت کا استدلال کیا۔

سورۃ الجاثیہ میں فرمایا:

وفی خلقکم وما یبث من دآبۃ آیات لقوم یوقنون o و اختلاف الیل و النھار وما انزل اللہ من السمآء من رزق فاحیابہ الارض بعد موتھا وتصریف الریاح آیات لقوم یعقلون o تلک آیات اللہ نتلوھا علیک بالحق فبای حدیث بعد اللہ و آیاتہ یومنون o(37)

اور تمہاری اپنی پیدائش میں، اور ان حیوانات میں جن کو اللہ (زمین میں) پھیلا رہا ہے، بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھنے والے ہیں، اور شب و روز کے فرق و اختلاف میں، اور اس رزق میں جسے اللہ آسمان سے نازل فرماتا ہے پھر اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو جلا اٹھاتا ہے، اور ہواؤں کی گردش میں بہت نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جنہیں ہم تمہارے سامنے ٹھیک بیان کر رہے ہیں۔ اب آخر اللہ اور اس کی آیات کے بعد اور

Marfat.com

کون سی بات ہے جس پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔

آیت مذکورہ میں تخلیق انسان وحیوان، اختلاف لیل ونہار اور باد و باراں جیسی روزہ مرہ زندگی سے مثالیں پیش کر کے قدرت اللہ اور بعث بعد الموت پر استدلال کیا گیا ہے، پھر قرآن نے محض یہ مثالیں پیش کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مخالفین کے ضمیر کو جھنجھوڑا اور ان کی بے بصیرتی کو واضح کرتے ہوئے سختی سے کہا:

ویل لکل افاک اثیم ٥ یسمع آیات اللہ تتلی علیہ ثم یصر مستکبرا کان لم یسمعھا فبشرہ بعذاب ٥ واذا علم من آیاتنا شیاً اتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین ٥ (38)

تباہی ہے اس جھوٹے بد اعمال شخص کے لیے جس کے سامنے اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور وہ ان کو سنتا ہے، پھر پورے استکبار کے ساتھ اپنے کفر پر اس طرح اڑا رہتا ہے کہ گویا اس نے ان کو سنا ہی نہیں، ایسے شخص کو درد ناک عذاب کا مژدہ سنا دو۔ ہماری آیات میں سے کوئی بات جب اس کے علم میں آتی ہے تو اس کا مذاق بنا لیتا ہے۔ ایسے سب لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

امثلہ کا استعمال:

قرآن مجید نے اپنے پیغام اور مدعا کی تشریح و توضیح کے لیے مثالوں کا استعمال بھی جا بجا کیا ہے تاکہ مخاطب دعوت کو اچھی طرح سمجھ لے۔ عرب

Marfat.com

کے بدویانہ ماحول سے لے کر جدید ترین متمدن دور کے لیے یہ مثالیں عبرت ونصیحت کا بہترین نمونہ ہیں اور فصاحت و بلاغت میں اپنی مثال آپ ہیں۔

یہاں صرف دو مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے ایک مثال کفار و مشرکین کے لیے اور دوسری مومنین و صالحین کے لیے۔

ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امرات نوح وامرات لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتٰھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیا وقیل ادخلا النار مع الداخلین o(39)

اللہ کافروں کے معاملہ میں نوح اور لوط کی بیویوں کو بطور مثال پیش کرتا ہے - وہ ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں، مگر انہوں نے ان شوہروں سے خیانت کی اور وہ اللہ کے مقابلے میں کچھ بھی کام نہ آ سکے - دونوں سے کہہ دیا گیا کہ جاؤ آگ میں جانے والیوں کے ساتھ تم بھی چلی جاؤ۔

وضرب اللہ مثلا للذین آمنوا امرات فرعون اذقالت رب ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ و نجنی من فرعون و عملہ و نجنی من القوم الظالمین o ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنافیہ من روحنا و صدقت بکلمات ربھا وکتبہ وکانت من

الْقٰنِتِيْنَ ہ (40)

اور اہل ایمان کے معاملہ میں اللہ فرعون کی بیوی کی مثال پیش کرتا ہے جبکہ اس نے دعا کی اے میرے رب! میرے لیے اپنے ہاں جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچالے اور ظالم قوم سے مجھ کو نجات دے اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال دیتا ہے جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی تھی پھر ہم نے اس کے اندر اپنی طرف سے روح پھونک دی، اور اس نے اپنے رب کے ارشادات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی۔

اطمینان وتسلی۔ ڈھارس بندھانا/بشارت:

افرادی قوت بڑھانے کے لیے جہاں موثر دعوت زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانا ضروری ہے وہیں اس بات کی بھی بے حد اہمیت ہے کہ جو لوگ دعوت قبول کر چکے ہوں انہیں ساتھ رکھا جائے۔ اس طرح نیوکلیس بھی مضبوط ہوگا اور توسیع دعوت کا کام بھی ہوگا۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ماننے والوں کو اطمینان دلایا جائے کہ وہ برسرحق ہیں اور کامیاب وکامران ہیں، فوز وفلاح ان کا مقدر ہے۔ اس طرح یاس وقنوطیت متذکرہ لوگوں کے اندر راہ نہیں پا سکتی۔

قرآن نے متعدد مرتبہ اہل ایمان کو اطمینان وتسلی سے نوازا ہے سورہ حٰم السجدہ میں ارشاد باری ہے:

Marfat.com

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملآئکۃ ان لا تخافوا و لا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون o (41)

یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر ڈٹ گئے تو ان پر فرشتے یہ کہتے ہوئے اترتے ہیں کہ نہ تم ڈرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کی خوشخبری سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

سورہ الزخرف میں دنیوی جتھہ بندیوں اور دوستیوں پر فخر و غرور کرنے والوں کو یہ ''خوشخبری'' سنائی گئی کہ قیامت کے دن یہ دوستیاں ختم ہو جائیں گی مگر مومنین سے کہا گیا کہ ان کی دوستیاں بحال و برقرار رہیں گی۔ نیز اس روز وہ انتہائی مطمئن اور مسرور و شاداں ہونگے اور ان پر کسی قسم کا خوف اور رنج نہیں ہوگا۔ ارشاد ہوا:

الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الاالمتقین o یا عباد لا خوف علیکم الیوم و لا انتم تحزنون o (42)

دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے مگر پرہیزگار لوگ، اے میرے بندو! آج تمھارے لیے کوئی خوف نہیں اور نہ تمھیں کوئی غم لاحق ہوگا۔

اسی طرح مومنین کو یہ بشارت دی گئی کہ قیامت کے دن ان کا اعمال

Marfat.com

نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جو اس بات کی ضمانت ہو گی کہ وہ کامیاب و کامران ہیں- اس کامرانی کا اظہار وہ مزے لے لے کر کریں گے۔

فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فاولٓئک یقراء ون کتابھم ولا یظلمون فتیلاo(43)

اس وقت جن لوگوں کو ان کا اعمال نامہ سیدھے ہاتھ میں دیا گیا وہ اپنا اعمالنامہ پڑھیں گے اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہ ہو گا-

انسانی فطرت کا جائزہ---نفسیات انسانی:

قرآن مجید نے انسانی فطرت اور نفسیات انسانی کا بھی نہایت باریکی اور گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا ہے- پھر اس نفسیات انسانی کے جائزے کے حوالے سے عقل سلیم کو اپیل کیا گیا ہے، دعوت کی قبولیت کے لیے یہ اصول نہایت کارگر اور مفید ثابت ہوا-

قرآن نے فطرت انسانی کا نقشہ بایں انداز کھینچا ہے کہ انسان تکلیف و مصیبت کے موقع پر کراہتا ہے اور خدا کی طرف رجوع کرتا ہے، مگر جب اسے آسائش حاصل ہوتی ہے تو وہ منہ پھیر لیتا ہے-

قرآن کے سامنے ایسے زندہ کردار موجود تھے یعنی عرب، کہ جب کبھی وہ مصیبت میں گرفتار ہوتے خدا کو پکارنا شروع کر دیتے مگر جب مصیبت دور ہو جاتی فوراً منہ موڑ لیتے، ان کی اسی فطری کیفیت کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں ہدایت حق کی طرف بلایا گیا-

Marfat.com

و اذا مس الانسان ضر دعا ربه منيبا اليه ثم
اذا خوله نعمة منه نسي ما كان يدعوا اليه من
قبل و جعل لله انداداً ليضل عن سبيله قل تمتع
بكفرک قليلا انک من اصحاب النارo (44)

انسان پر جب کوئی آفت آتی ہےتو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کر کے اسے پکارتا ہے پھر جب اس کا رب اسے اپنی نعمت سے نواز دیتا ہےتو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس پر وہ پہلے پکار رہا تھا اور دوسروں کو اللہ کا ہمسر ٹھہراتا ہے تاکہ اس کی راہ سے گمراہ کرے (اے نبی) اس سے کہو کہ تھوڑے دن اپنے کفر سے لطف اٹھالے ، یقیناً تو دوزخ میں جانے والا ہے۔

مخالفین کو پشیمانی میں مبتلا کرنا:

قرآن نے اپنے مخالفین کی بے بسی کو اس انداز میں بیان کیا اور ان کی بے چارگی کی ایسی تصویر کھینچی کہ وہ اندر سے نفسیاتی اعتبار سے ٹوٹ پھوٹ گئے۔

قرآن کا یہی وہ انداز تخاطب تھا جس نے مخالفین کو ہلا کر رکھ دیا اور ان کا زیادہ دیر تک پشیمانی میں مبتلا رہنا ممکن نہ رہا - قرآن کا یہ اسلوب تخاطب اتنا فطری اور حقیقی تھا گویا بچشم سر وہ کیفیت نظر آ رہی ہو۔

سورہ الزمر میں مخالفین کو کہا گیا کہ وہ حق بات مان لیں ورنہ قیامت کے روز جب وہ عذاب الہی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں گےتو کہیں وہ یہ نہ کہیں کہ ہمیں خبردار نہیں کیا گیا تھا - اس وقت پشیمانی انکا مقدر بن کر رہے گی - کہا گیا:

Marfat.com

واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم من
قبل ان یاتیکم العذاب بغتۃ وانتم لا
تشعرون ٥ ان تقول نفس یا حسرتیٰ علی ما
فرطت فی جنب اللہ و ان کنت لمن السا
خرین ٥ اوتقول لو ان اللہ ھدانی لکنت من
المتقین ٥او تقول حین تری العذاب لو ان
لی کرۃ فاکون من المحسنین ٥بلی قد جاء تک
آیاتی فکذبت بہا واستکبرت و کنت من
الکافرین ٥ویوم القیامۃ تری الذین کذبوا
علی اللہ وجوھھم مسودہ الیس فی جھنم
مثوی للمتکبرین ٥(45)

ترجمہ- اور پیروی اختیار کرو اپنے رب کی بھیجی ہوئی
کتاب کے بہترین پہلو کی قبل اس کے کہ تم پر اچانک
عذاب آئے اور تم کو خبر بھی نہ ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں
کوئی شخص کہے افسوس میری اس تقصیر پر جو میں اللہ کی
جناب میں کرتا رہا بلکہ میں تو الٹا مذاق اڑانے والوں میں
شامل تھا یا کہے کاش اللہ نے مجھے ہدایت بخشی ہوتی تو میں
بھی متقیوں میں سے ہوتا یا عذاب دیکھ کر کہے کاش مجھے
ایک موقع اور مل جائے تو میں بھی عمل کرنے والوں میں
شامل ہو جاؤں (اور اس وقت اسے یہ جواب ملے کہ)

Marfat.com

کیوں نہیں میری آیات تیرے پاس آ چکی تھیں، پھر تو نے
انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو کافروں میں سے تھا آج جن
لوگوں نے خدا پر جھوٹ باندھے ہیں قیامت کے روز تم
دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہونگے - کیا جہنم میں متکبروں
کے لیے کافی جگہ نہیں ہے-

سورۃ الشوریٰ میں اس کیفیت کی عکاسی یوں کی گئی:

ومن یضلل اللہ فمالہ من ولی من بعدہ وتری
الظالمین لما راوا العذاب یقولون ھل الی مرد
من سبیل ٥وتراھم یعرضون علیھا خاشعین من
الذل ینظرون من طرف خفی و قال الذین
آمنوا ان الخاسرین الذین خسروا انفسھم
واھلیھم یوم القیامۃ الا ان الظالمین فی
عذاب مقیم ٥وما کان لھم من اولیاء ینصر
ونھم من دون اللہ ومن یضلل اللہ فمالہ من
سبیل ٥(46)

ترجمہ- جس کو اللہ ہی گمراہی میں پھینک دے اس کا کوئی
سنبھالنے والا اللہ کے بعد نہیں ہے-تم دیکھو گے کہ یہ ظالم
جب عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے اب پلٹنے کی بھی سبیل
ہے؟ اور تم دیکھو گے کہ یہ جہنم کے سامنے جب لائے
جائیں گے تو ذلت کے مارے جھکے جارہے ہونگے اور اس

Marfat.com

کونظر بچا بچا کر کن انکھیوں سے دیکھیں گے - اس وقت وہ لوگ جو ایمان لائے تھے کہیں گے کہ واقعی اصل زیاں کار وہی ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو خسارے میں ڈال دیا - خبردار رہو، ظالم لوگ مستقل عذاب میں ہونگے اور ان کے کوئی حامی و سرپرست نہ ہونگے جو اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد کو آئیں - جسے اللہ گمراہی میں پھینک دے اس کے لیے بچاؤ کی کوئی سبیل نہیں -

چیلنج اور تہدی:

مخالف کی بات کو باطل ثابت کرنے کے لیے جہاں قرآن نے عقلی استدلال سے کام لیا، دلائل و براہین کا سہارا لیا وہیں انہیں چیلنج بھی کیا اور للکارا بھی - یہ چیلنج اور للکار باطل پرستوں کے لیے پیام موت ثابت ہوئی - قرآن نے بار بار چیلنج دیا ہے کہ کائنات و انسان کی تخلیق و تدبیر میں اگر کوئی دوسرا شریک ہے تو اسے سامنے لایا جائے - وہ کون ہے؟ کیا ہے؟ کہاں ہے؟ آخر پتہ تو چلے.....

ظاہر ہے کہ قرآن کے مخالفین اس چیلنج کا جواب دینے سے قاصر تھے - یہ چیلنج دراصل حق وصداقت کا معیار بن گیا ہٹ دھرم اور ضدی لوگوں کو تو جانے دیجیئے البتہ عقل سلیم رکھنے والوں نے اس چیلنج کی تاب نہ لاکر سر تسلیم خم کر دیا - یہ چیلنج آج بھی موجود ہے-

قل ارئیتم شرکاء کم الذین تدعون من دون

Marfat.com

الله ارونی ماذا خلقوا من الارض ام لهم شرک فی السمٰوات ام اتینٰهم کتابا فهم علی بینة منه بل ان یعد الظالمون بعضهم بعضا الاغرورا ٥(47)

اے نبی ان سے کہو کبھی تم نے دیکھا بھی ہے اپنے ان شریکوں کو جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پکارا کرتے ہو؟ مجھے بتاؤ! انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں ان کی کیا شرکت ہے؟ اگر یہ نہیں بتا سکتے تو ان سے پوچھو کیا ہم نے انہیں کوئی تحریر لکھ کر دی ہے جس کی بنا پر یہ (اپنے شرک کے لیے) کوئی واضح سند رکھتے ہوں؟ نہیں، بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے کو فریب کے جھانسے دیئے جا رہے ہیں۔ ایک اور موقع پر کہا گیا:

هذا خلق الله فارونی ماذا خلق الذین من دونه بل الظالمون فی ضلال مبین ٥(48)

یہ تو ہے اللہ کی تخلیق، اب ذرا مجھے دکھاؤ ان دوسروں نے کیا پیدا کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔ مزید کہا گیا:

قل اریتم ماتدعون من دون الله ارونی ماذا خلقوا من الارض ام لهم شرک فی السمٰوات ایتونی بکتب من قبل هذا

Marfat.com

او اثارة من علم ان کنتم صٰدقین o(49)

اے نبی ان سے کہو کیا تم نے کبھی دیکھا کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ مجھے دکھائیں کہ زمین میں انہوں نے کیا پیدا کیا ہے یا آسمانوں کی تخلیق میں ان کا کیا حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے آئی ہوئی کوئی کتاب یا علم کا کوئی حصہ اگر تم سچے ہو۔

امراء وغرباء۔ موازنہ:

کسی بھی دعوت کے مخاطب امیر وغریب دونوں قسم کے طبقے ہوتے ہیں۔ غرباء عموماً امیر لوگوں کی پیروی کرتے ہیں۔ یوں امراء غرباء کے راستے میں حائل ہو جاتے ہیں اور غرباء دعوت حق سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح امراء کے بے شمار پیروکار ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے اور یوں وہ دعوت حق سے دور رہتے ہیں۔

قرآن کے مخاطب بھی یہی دو طبقے تھے جو ایک دوسرے کو اسلام سے دور رکھنے میں ایک دوسرے کے حلیف بنے ہوئے تھے۔ قرآن نے ان دونوں طبقوں کو جھنجھوڑا اور دونوں کے عذر لنگ کے تارو پود بکھیر دیئے اور انہیں مجبور کر دیا کہ وہ ایک دوسرے پر اعتماد نہ کریں ورنہ دونوں خسارے میں رہیں گے۔ یہ موازنہ اتنا دلچسپ اور اتنا حقیقی ہے کہ انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ملاحظہ فرمایئے:

وقال الذین کفرو الن نومن بھذا القرآن
ولا بالذی بین یدیہ ولو تری اذا الظالمون

موقوفون عند ربهم یرجع بعضهم الی بعض القول یقول الذین استضعفوا للذین استکبروا لولا انتم لکنا مومنین ٥ قال الذین استکبروا للذین استضعفوا انحن صددنکم عن الهدیٰ بعد اذجآءکم بل کنتم مجرمین ٥ وقال الذین استضعفوا للذین استکبروا بل مکر الیل والنہار اذ تامروننا ان نکفر باللہ ونجعل لہ اندادا واسروا الندامۃ لما راوا العذاب وجعلنا الاغلال فی اعناق الذین کفروا ھل یجزون الا ما کانوا یعملون ٥(50)

یہ کافر کہتے ہیں کہ'' ہم ہرگز اس قرآن کو نہ مانیں گے اور نہ اس سے پہلے آئی ہوئی کتاب کوتسلیم کریں گے''۔کاش تم دیکھو ان کا حال اس وقت جب یہ ظالم اپنے رب کے حضور کھڑے ہونگے ،اس وقت یہ ایک دوسرے پر الزام دھریں گے، جولوگ دنیا میں دبا کر رکھے گئے تھے (غریب عوام) وہ بڑے بننے والوں (امراء) سے کہیں گے کہ'' اگرتم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے''۔وہ بڑے بننے والے ان دبے ہوئے لوگوں کو جواب دیں گے'' کیا ہم نے تمہیں اس ہدایت سے روکا تھا جوتمہارے پاس آئی تھی ؟

Marfat.com

نہیں، بلکہ تم خود مجرم تھے"۔ وہ دبے ہوئے لوگ ان بڑے بننے والوں سے کہیں گے، "نہیں، بلکہ شب و روز کی یہ مکاری تھی جب تم ہم سے یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہرائیں"۔ آخر کار جب یہ لوگ عذاب دیکھیں گے تو اپنے دلوں میں پچھتائیں گے اور ہم ان منکرین کے گلوں میں طوق ڈال دیں گے۔ کیا لوگوں کو اس کے سوا کوئی بدلہ دیا جا سکتا ہے کہ جیسے اعمال ان کے تھے ویسی ہی جزاء وہ پائیں؟

ایک اور مقام پر یہ مکالمہ یوں بیان کیا گیا:

واذیتحآجون فی النار فیقول الضعفاء للذین استکبروا انا کنالکم تبعا فھل انتم مغنون عنا نصیبامن النار ० قال الذین استکبروا انا کل فیھا ان اللہ قد حکم بین العباد ० وقال الذین فی النار لخزنة جھنم ادعواربکم یخفف عنا یوما من العذاب ० قالوا اولم تک تاتیکم رسلکم بالبینٰت قالوا بلیٰ قالوا فادعوا وما دعوء ا الکفرین الافی ضلٰل ०(51)

پھر ذرا خیال کرو اس دن کا جب یہ لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہونگے، دنیا میں جو لوگ کمزور تھے

Marfat.com

وہ بڑے بننے والوں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے تابع تھے، اب کیا یہاں تم نار جہنم کی تکلیف کے کچھ حصے سے بچا لو گے؟ وہ بڑے بننے والے جواب دیں گے ہم سب یہاں ایک حال میں ہیں۔ اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے، پھر یہ دوزخ میں پڑے ہوئے لوگ جہنم کے اہلکاروں سے کہیں گے'' اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے عذاب میں بس ایک دن کی تخفیف کر دے۔'' وہ پوچھیں گے'' کیا تمہارے پاس تمہارے رسول بینات لے کر نہیں آئے تھے؟'' وہ کہیں گے ہاں، (کیوں نہیں) جہنم کے اہلکار بولیں گے'' پھر تو تم ہی دعا کرو'' اور کافروں کی دعا اکارت ہی جانے والی ہے۔

منظر کشی:

قرآن نے جہاں استدلال سے کام لیا، عقل و منطق کو استعمال کیا وہیں منظر کشی و منظر نگاری بھی اس کا اہم اسلوب ہے۔ منظر نگاری ادب کی ایک اہم صنف ہے جو انسان کے دل میں ہلچل مچا دیتی ہے۔ قرآن نے واقعات کی منظر کشی اس انداز سے کی ہے کہ انسان لطف وسرور کی کیفیت میں مگن ہو جاتا ہے اور حیرت واستعجاب کی دنیا میں گم ہو جاتا ہے۔ اسی حیرت و وارفتگی کے عالم میں اسے روشنی نصیب ہوتی ہے جو اسے منزل حق کی طرف لے جاتی ہے۔

قرآن نے مختلف مقامات پر منظر کشی سے کام لیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

اس شخص کی کیفیت اور حالت بیان کی گئی جسے قیامت کے روز اعمال

Marfat.com

نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اعمالنامہ کی وصولی کے وقت اس کی جو حالت ہوگی اور جو کچھ کہے گا پھر خدائے ذوالجلال کی طرف سے جو کچھ کہا جائے گا قرآن نے اس کی یوں منظر کشی کی ہے:

واما من اوتی کتابہ بشمالہ فیقول یلیتنی لم اوت کتبیہo ولم ادر ما حسابیہ o یلیتھا کانت القاضیہ o ما اغنیٰ عنی مالیہ o ھلک عنی سلطنیہ o خذوہ فغلوہ o ثم الجحیم صلوہ o ثم فی سلسلہ o ذرعھا سبعون ذراعا فاسلکوہ o (52)

اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا کہ کاش مجھے میرا نامہ اعمال نہ دیا گیا ہوتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے؟ کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہوتی، آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا، میرا سارا اقتدار ختم ہوگیا۔ (حکم ہوگا) پکڑو! اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو، پھر اسے جہنم میں جھونک دو، پھر اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔

اب اس شخص کی کیفیت ملاحظہ کیجئے جس کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا:

فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فیقول ھاء وم اقرئوا کتابیہ o انی ظننت انی ملاق حسابیہ o فھو

Marfat.com

فی عیشۃ راضیۃ o فی جنۃ عالیۃ o قطوفھا دانیۃo کلوا و اشربوا ھنیاًبما اسلفتم فی الایام الخالیۃo (52الف)

سو جس کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ (خوشی سے کہے گا) لو پڑھ لو میرا اعمالنامہ۔ مجھے گمان تھا کہ میرا حساب ہوگا، پس وہ من بھاتی عیش میں ہوگا، بلند باغات میں، جن کے میوے جھکے پڑے ہونگے، (کہا جائے گا) کھاؤ پیو خوب جی بھر کر، یہ بدلہ ہے اس کا جو آگے بھیج چکے ہو پہلے دنوں میں۔

مشرکین عرب خدائے رحمان کے نام بیٹیاں منسوب کرتے تھے مگر جب یہی خوشخبری انہیں سنائی جاتی تھی تو ان کی کیفیت کیا ہوتی تھی؟ قرآن کہتا ہے:

واذا بشر احدھم بما ضرب للرحمن مثلا ظل وجھہ مسودا وھو کظیم o(53)

ان کا حال یہ ہے کہ جس اولاد کو یہ لوگ اس خدائے رحمان کی طرف منسوب کرتے ہیں (یعنی بیٹیاں) ان کی ولادت کا مژدہ جب خود ان میں سے کسی کو دیا جاتا ہے تو اس کے منہ پر سیاہی چھا جاتی ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے۔

خاکہ نگاری:

عہد جدید کے ادب میں خاکہ نگاری کو ایک خاص مقام حاصل ہے،

خاکوں کے ذریعے ایک مبلغ و معلم اپنی بات میں رنگ بھر سکتا ہے اور اسے لطیف پیرائے میں بیان کر سکتا ہے۔ قرآن نے اپنی دعوت پھیلانے کے لیے اس صنف ادب کو بھی استعمال کیا ہے۔

قرآن نے جن شخصیات کے خاکے پیش کیے مکہ کا بچہ بچہ ان خاکوں کے ذریعے ان کرداروں کو صاف پہچان سکتا تھا - ان خاکوں کی مدد سے قرآن نے مخالفین کی ہٹ دھرمی، ضد، عناد اور ''میں نہ مانوں'' کے رویے کو خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

ولا تطع کل حلاف مھین ○ ھماز مشآء بنمیم ○ مناع للخیر معتد اثیم ○ عتل بعد ذالک زنیم ○ ان کان ذامال و بنین ○ اذا تتلیٰ علیہ آیتنا قال اساطیر الاولین ○ (54)

ہرگز نہ دبو اے پیغمبر کسی ایسے شخص سے جو بہت قسمیں کھانے والا ہے، بے وقعت ہے، طعنے دیتا ہے، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے، بھلائی سے روکتا ہے، ظلم و زیادتی میں حد سے گزر جانے والا ہے، سخت بداعمال ہے، جفاکار ہے اور ان عیوب کے ساتھ بداصل ہے، اس بنا پر کہ وہ بہت مال و اولاد رکھتا ہے۔ جب اس پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو پرانے قصے کہانیاں ہیں۔

ایک اور خاکہ ملاحظہ فرمائیے!

ذرنی و من خلقت وحیدا ○ وجعلت لہ مالا

Marfat.com

ممدودا ٥وبنين شهودا ٥ومهدت له تمهيدا٥ثم يطمع ان ازيد ٥ كلا انه كان لأيا تنا عنيدا ٥ساره‍قه صعودا ٥انه فكرو قدر ٥فقتل كيف قدر ٥ثم قتل كيف قدر ٥ثم نظر ٥ثم عبس و بسر ٥ثم ادبرو استكبر ٥فقال ان هذا الاسحريوثر٥ان هذا الاقول البشر ٥(55)

چھوڑ دو مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا، بہت سا مال اس کو دیا، اس کے ساتھ حاضر رہنے والے بیٹے دیئے اور اس کے لیے ریاست کی راہ ہموار کی، پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں، ہرگز نہیں، وہ ہماری آیات سے عناد رکھتا ہے، میں عنقریب اسے ایک کٹھن چڑھائی چڑھاؤں گا - اس نے سوچا اور کچھ بات بنانے کی کوشش کی، تو خدا کی مار اس پر، کیسی بات بنانے کی کوشش کی، پھر لوگوں کی طرف دیکھا، پھر پیشانی سیکڑی، پھر منہ بنایا اور تکبر میں پڑ گیا - آخرکار بولا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک جادو جو پہلے سے چلا آ رہا ہے، یہ تو ایک انسانی کلام ہے-

متخالف اشیاء کا موازنہ / تقابل:

انسان کو سمجھانے کے لیے جہاں قرآن نے مختلف النوع دلائل دیئے ہیں وہاں یہ انداز بھی اختیار کیا ہے کہ دو متضاد اور متخالف و متقابل اشیاء کا

Marfat.com

موازنہ پیش کیا جائے تاکہ انسان بہتر انداز میں سمجھ سکے۔ قرآن میں بار بار علم اور جہالت، سماعت و بہرہ پن، بصارت و اندھا پن، زندہ اور مردہ، جیسی حقیقتوں کا مقابلہ و موازنہ کیا گیا ہے جن کا مقصود باندازِ دگر تعلیم و تعلم ہے۔ قرآن کی بے شمار آیات میں سے چند ایک یہ ہیں:

وما یستوی الاعمیٰ والبصیر ○ ولا الظلمٰت ولا النور ○ ولا الظل ولا الحرور ○ وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ○ (56)

اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں، نہ تاریکیاں اور روشنی یکساں ہیں، نہ ٹھنڈی چھاؤں اور دھوپ کی تپش ایک جیسی ہے اور نہ زندے اور مردے مساوی ہیں۔

یعنی جس طرح مندرجہ بالا اپنی ماہیت اور انجام میں برابر نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں اسی طرح مومن اور کافر بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ تو کیا اہل بصیرت کے لیے ایسی مثالیں کافی نہیں ہیں؟

اسلام کے نقطہ نظر سے یہ دنیا الل ٹپ نہیں ہے کہ جہاں برائی کرنے والوں کو سزا نہ ملے اور نیکی کرنے والوں کو اجر نہ ملے۔ اس خیال کو یوں پیش کیا گیا:

الم نجعل الذین آمنوا وعملوا الصلحٰت کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار ○ (57)

کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک کام کیے اور

Marfat.com

ان کو جو زمین میں فساد کرنے والے ہیں یکساں کر دیں؟
کیا متقیوں کو ہم فاجروں جیسا کر دیں؟

کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اچھا کرے اور اسے بدلہ نہ ملے یا برا کرے اور اسے سزا نہ ملے؟ عقل سلیم نفی کرتی ہے تو پھر قیامت کا انکار کیوں؟

ایک اور موقع پر قرآن نے کہا:

وما یستوی الاعمیٰ والبصیر والذین آمنوا
وعملوا الصلحت ولا المسئی قلیلا
ماتتذکرون ٥ان الساعة لأتیة لاریب فیھا
ولکن اکثر الناس لایومنون ٥(58)

اور یہ ہو نہیں سکتا کہ اندھا اور نابینا یکساں ہو جائیں اور ایماندار اور صالح اور بدکار برابر ٹھہریں۔ مگر تم لوگ کم ہی سمجھتے ہو۔ یقیناً قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، اس کے آنے میں کوئی شک نہیں مگر اکثر لوگ نہیں مانتے۔

عقلی استدلال

کائنات کی تخلیق اور تخلیق انسانی میں قرآن نے غور و فکر اور سوچ بچار کی بارہا دعوت دی ہے اور غالباً قرآن ہی وہ الہامی کتاب ہے جس نے سب سے زیادہ عقل انسانی کے استعمال کی تلقین کی ہے۔ دور جدید آج کو استدلال کا دور کہتا ہے مگر جب ہم آج سے چودہ سو سال پہلے کی طرف (جسے مغرب نے دور تاریک 'Dark age' کہا ہے) دیکھتے ہیں تو ہمیں حیرت

Marfat.com

ہوتی ہے کہ قرآن نے اور صاحب قرآنؐ نے کس طرح انسانی عقل کو اپیل کیا اور کیونکر کائنات و آثار کائنات سے استدلال کیا اور کس طرح عقل کو دلائل سے مسخر کیا؟ یہ قرآن کا عقلی انداز بیان ہی تھا جس نے عقل کے حامل لوگوں کو اپنی طرف کشاں کشاں کھینچ لیا۔

چند آیات پیش کی جاتی ہیں:

خلق السمٰوات بغیر عمد ترونها و القیٰ فی الارض رواسی ان تمید بکم و بث فیها من کل دآبة و انزلنا من السمآء مآء فانبتنا فیها من کل زوج کریم o هذا خلق الله فارونی ما ذا خلق الذین من دونه o(59)

اس نے آسمانوں کو پیدا کیا بغیر ستونوں کے جو تم کو نظر آئیں - اس نے زمین میں پہاڑ جما دیئے تاکہ وہ تمہیں لے کر ڈھلک نہ جائے ۔ اس نے ہر طرح کے جانور زمین میں پھیلا دیئے اور آسمان سے پانی برسایا اور زمین میں قسم قسم کی عمدہ چیزیں اگا دیں - یہ تو ہے اللہ کی تخلیق - اب ذرا مجھے دکھاؤ دوسروں نے کیا پیدا کیا ہے؟

ایک اور مقام پر فرمایا:

الم تر ان الفلک تجری فی البحر بنعمت الله لیریکم من اٰیٰته ان فی ذالک لاٰیٰت لکل صبار شکور o(60)

Marfat.com

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ کشتی سمندر میں اللہ کے فضل سے چلتی
ہے تا کہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے ؟ درحقیقت اس
میں بہت سی نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو صبر اور شکر
کرنے والا ہو۔

ایک اور مقام پر مردہ زمین کو پانی کے ذریعے زندہ کرنے کے حوالے سے زندگی بعد الموت پر یوں استدلال کیا گیا:

واللہ الذی ارسل الریٰح فتثیر سحابا فسقنٰہ
الیٰ بلدمیت فاحیینابہ الارض بعد موتھا
کذالک النشور ٥(61)

وہ اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، پھر وہ بادل اٹھاتی
ہیں ، پھر ہم اسے ایک ایسے اجاڑ علاقے کی طرف لے
جاتے ہیں اور ایسی زمین کو جلا اٹھاتے ہیں جو مری پڑی
تھی۔ مرے ہوئے انسانوں کا جی اٹھنا بھی اسی طرح ہو
گا۔

تاریخ سے استشہاد:

قرآن مجید میں بے شمار اقوام ماضیہ کا تذکرہ ہے مگر یہ تذکرہ محض قصوں یا کہانیوں تک محدود نہیں ہے، قرآن نے قوموں کے عروج و زوال کے سلسلے میں ان اخلاقی ضابطوں کا ذکر کیا ہے جن کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے وہ اقوام تباہی کا شکار ہوئیں۔

ان اقوام کے بارے میں عرب کسی نہ کسی طرح سے واقف تھے ،

Marfat.com

قرآن نے ان کی اس واقفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں مجبور کیا کہ وہ قوموں کے عروج وزوال کی تہہ میں کارفرما اس قانونِ خداوندی (سنت اللہ) کا مشاہدہ کریں۔قرآن میں اس طرح کی آیات جابجا پھیلی ہوئی ہیں جن سے آج کے ''اہل بصیرت'' بھی بصیرت حاصل کر سکتے ہیں، یہاں صرف تین آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم دمر اللہ علیھم وللکافرین امثالھا o ذالک بان اللہ مولی الذین آمنوا و ان الکافرین لامولیٰ لھم o(62)

کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہ تھے کہ ان لوگوں کا انجام دیکھتے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں؟ اللہ نے ان کا سب کچھ ان پر الٹ دیا اور ایسے ہی نتائج ان کافروں کے لیے مقدر ہیں۔ یہ اس لیے کہ ایمان لانے والوں کا حامی و ناصر اللہ ہے اور کافروں کا حامی اور ناصر کوئی نہیں۔

عاد وثمود کا انجام ملاحظہ کریں!

فاما عاد فاستکبروا فی الارض بغیر الحق وقالوا من اشد مناقوۃ اولم یروا ان اللہ الذی خلقھم ھو اشد منھم قوۃ وکانوا بآیتنا یجحدون o فارسلنا علیھم ریحاصر

Marfat.com

صرافی ایام نحسات لنذیقهم عذاب الخزی
فی الحیٰوۃ الدنیا ولعذاب الآخرہ اخزٰی
وھم لاینصرون ٥واما ثمود فھدینٰھم
فاستحبوا العمیٰ علی الھدیٰ فاخذتھم صاعقۃ
العذاب الھون بما کانو ایکسبون ٥ونجینا
الذین آمنوا و کانوا یتقون٥(63)

اور عاد کا حال یہ تھا کہ وہ زمین میں بغیر کسی حق کے بڑے بن بیٹھے اور کہنے لگے کون ہے ہم سے زیادہ زور آور؟ ان کو یہ نہ سوجھا کہ جس خدا نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ زور آور ہے - وہ ہماری آیات کا انکار ہی کرتے رہے، آخر کار ہم نے چند منحوس دنوں میں سخت طوفانی ہوا ان پر بھیج دی تاکہ انہیں دنیا ہی کی زندگی میں ذلت ورسوائی کے عذاب کا مزاج چکھادیں اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ رسوا کن ہے، وہاں کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہوگا - رہے ثمود تو ہم نے ان کے سامنے راہ راست پیش کی مگر انہوں نے راستہ دیکھنے کی بجائے اندھا بنا رہنا پسند کیا، آخر ان کے کرتوتوں کی بدولت ذلت کا عذاب ان پر ٹوٹ پڑا اور ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو ایمان لائے تھے اور گمراہی اور بدعملی سے پرہیز کرتے تھے-

اللہ کی طرف سے سب کچھ ملنے کے بعد ان اقوام نے کیا کیا؟

ولقد مکنٰھم فیما ان مکنٰکم فیہ و جعلنا لھم سمعا و ابصارا و افئدۃ فما اغنیٰ عنھم سمعھم ولا ابصارھم ولا افئدتھم من شئی اذ کانوا یجحدون بآیات اللہ و حاق بھم ما کانوا بہ یستھزئون ○ ولقد اھلکنا ماحولکم من القریٰ و صرفنا الآیٰت لعلھم یرجعون ○فلولا نصرھم الذین اتخذو امن دون اللہ قربانا آلھۃ بل ضلوا عنھم و ذالک افکھم وما کانوا یفترون ○(64)

اور ہم نے ان کو وہ کچھ دیا تھا جو تم کو نہیں دیا ہے ان کو ہم نے کان، آنکھیں اور دل سب کچھ دے رکھے تھے مگر نہ وہ کان ان کے کسی کام آئے، نہ آنکھیں نہ دل، کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور اسی چیز کے پھیر میں وہ آگئے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ تمہارے گرد و پیش کے علاقوں میں بہت سی بستیوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں، ہم نے اپنی آیات بھیج کر بار بار طرح طرح سے ان کو سمجھایا شاید کہ وہ باز آجائیں مگر کیوں نہ ان ہستیوں نے ان کی مدد کی جنہیں اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتے ہوئے معبود بنا لیا تھا؟ بلکہ وہ تو ان سے گم ہو

Marfat.com

گئے اور یہ تھا ان کے جھوٹ اور ان بناوٹی عقیدوں کا
انجام جوانہوں نے گھڑ رکھے تھے۔

کائنات وآثار کائنات سے دلائل:

اپنے عقیدے اور دعوے کی حقانیت کے لیے جتنا قرآن نے کائنات وآثار کائنات کو بطور دلیل و گواہ کے پیش کیا ہے اور عقل انسانی کو غور وفکر اور تدبر پر مجبور کیا ہے اتنا کسی الہامی کتاب نے نہیں کیا اور ایسا نہیں ہے کہ قرآن نے دنیا کی دیگر کتب کی طرح کوئی ایک باب (chapter) مختص کر دیا ہو، حقیقت یہ ہے کہ دلائل اور یہ آثار جابجا صفحہ بہ صفحہ پھیلے ہوئے ہیں- بار بار مخالفین کی توجہ کائنات میں پھیلی ہوئی ان گنت نشانیوں کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے- اس قسم کے نمونے پیش خدمت ہیں:

الم تر ان اللہ انزل من السمآء مآء فاخرجنا بہ ثمرات مختلفا الوانھا و من الجبال جدد بیض و حمر مختلف الوانھا و غرابیب سود ٥و من الناس و الدوآب و الانعام مختلف الوانہ کذالک انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ان اللہ عزیز غفور ٥(65)

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتا ہے اور پھر اس کے ذریعے سے ہم طرح طرح کے پھل نکال لاتے ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں، پہاڑوں میں بھی سفید، سرخ اور گہری سیاہ دھاریوں والے پائے جاتے

Marfat.com

ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اور اسی طرح انسانوں
اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ
کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اللہ
سے ڈرتے ہیں ، بے شک اللہ زبردست اور درگزر
فرمانے والا ہے۔

زندگی بعد الموت کے بارے میں دلائل سنیئے !

وآیۃ لھم الارض المیتۃ احیینھا و اخرجنا
منھا حبافمنہ یاکلون ٥وجعلنا فیھا جنٰت من
نخیل و اعناب و فجرنا فیھا من العیون ٥(66)
ان لوگوں کے لیے بے جان زمین نشانی ہے، ہم نے اس کو
زندگی بخشی اور اس سے غلہ نکالا جسے یہ کھاتے ہیں۔ ہم نے
اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور اس
کے اندر سے چشمے پھوٹ نکالے تاکہ یہ اس کے پھل
کھائیں۔

رب قدیر کی قدرت کی کارفرمائیاں رات دن کے آنے جانے ،
سورج اور چاند کے سفر کرنے میں واضح طور پر دکھائی دیتی ہیں جن پر غور کر
کے انسان خالق کائنات تک پہنچ سکتا ہے۔

وآیۃ لھم الیل نسلخ منہ النھار فاذاھم
مظلمون ٥والشمس تجری لمستقر لھا
ذلک تقدیر العزیز العلیم ٥والقمر قدرناہ

منازل حتیٰ عاد کالعرجون القدیم ٥ لاالشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النھار و کل فی فلک یسبحون ٥(67)

ان کے لیے ایک اور نشانی رات ہے، ہم اس کے اوپر سے دن ہٹا دیتے ہیں تو ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور سورج، وہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے، یہ زبردست علیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے اور چاند، اس کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ ان سے گزرتا ہوا اور پھر کھجور کی سوکھی شاخ کی مانند رہ جاتا ہے، نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے۔ سب ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔

انذار و تنذیر:

انذار کے لفظی معنی ڈرانا یا خبردار کرنا کے ہیں، یا ڈرانا اور برے کام کے نتیجے میں انسان کو سزا کا خوف دلانا کے ہیں۔

قرآن کے نزول کے آغاز ہی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اولین ہدایت دی گئی وہ انذار کے بارے میں تھی، کہا گیا:

یا ایھا المدثر ٥قم فانذر ٥وربک فکبر ٥(68)

یعنی اے چادر لپیٹ کر سونے والے اٹھ اور (لوگوں کو)

Marfat.com

ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔

انذار قریب قریب تمام انبیاء کی دعوت کا جزو لازم رہا ہے۔ اور اگر ہم فطرت انسانی کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان یا تو ترغیب سے بات مانتا ہے یا ترہیب سے، یا تو اسے انعام کی کشش اپنی طرف کھینچ لاتی ہے یا سزا کا خوف اسے راہ بد سے دور ہٹاتا ہے۔ جدید تعلیمی نفسیات میں اس اصول کو بے پناہ اہمیت حاصل ہے۔ قرآن نے انذار کے اصول کو جا بجا استعمال کیا ہے۔ چند آیات ملاحظہ کیجیے!

واذا تتلیٰ علیه اٰیاتنا ولیٰ مستکبراً کان لم یسمعها کان فی اذنیه وقرا فبشره بعذاب الیمo(69)

اسے جب ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ بڑے گھمنڈ کے ساتھ اس طرح رخ پھیر لیتا ہے گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں، گویا اس کے کان بہرے ہیں، اچھا، مژدہ سنا دو اسے ایک دردناک عذاب کا۔

ایک اور مقام پر کہا گیا:

ان الذین یوذون الله و رسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخره oواعدلهم عذابا مهیناo(70)

Marfat.com

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر دیا ہے۔

کافروں کو سخت عذاب کا مژدہ سنایا گیا:

ان اللہ لعن الکفرین و اعدلھم سعیرا خالدین فیھا ابدالا یجدون ولیا ولا نصیرا ○(71)

یہ یقینی امر ہے کہ اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر دی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، کوئی حامی و مددگار نہ پاسکیں گے۔

جو لوگ اللہ کی آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں ان کے بارے میں کہا گیا:

والذین سعوا فی آیتنا معٰجزین اولٓئک لھم عذاب من رجز الیم ○(72)

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو نیچا دکھانے کے لیے زور لگایا ہے ان کے لیے بدترین قسم کا عذاب ہے۔

والذین یسعون فی آیتنا معٰجزین اولٓئک فی العذاب محضرون ○(73)

رہے وہ لوگ جو ہماری آیات کو نیچا دکھانے کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہیں تو وہ عذاب میں مبتلا ہونگے۔

قیامت کے روز ایسے لوگوں کو الگ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا:

وامتاز وا الیوم ایھا المجرمون ٥(74)

اور اے مجرمو! آج تم چھٹ کر الگ ہو جاؤ -

سرکشوں اور مجرموں کو جو کچھ پینے کے لئے دیا جائے گا اس کی تفصیل قرآن نے یوں بیان کی ہے:

و ان للطٰغین لشر ماٰب ٥جھنم یصلونھا فبئس المھاد٥ھذا فلیذوقوہ حمیم و غساق ٥و اخر من شکلہ ازواج٥(75)

اور سرکشوں کے لیے یہ بدترین ٹھکانا ہے، جہنم میں وہ ڈال دیئے جائیں گے - بہت ہی بری قیام گاہ ہے یہ ان کے لیے، پس وہ مزہ چکھیں گے کھولتے ہوئے پانی اور پیپ لہو اور اس قسم کی دوسری تلخیوں کا -

ان مجرموں سے پورا پورا انتقام لیا جائے گا:

یوم نبطش البطشۃ الکبریٰ انا منتقمون ٥(76)

جس روز ہم بڑی ضرب لگائیں گے، یہ وہ دن ہوگا جب ہم تم سے انتقام لیں گے -

ایسے لوگوں کے لئے پکڑو، گھیرو اور عذاب چکھو کی صدائیں لگائی جائیں گی -

خذوہ فاعتلوہ الی سوآء الجحیم ٥ثم صبوا فوق راسہ من عذاب الحمیم ٥ذق انک انت العزیز

Marfat.com

الکریمo(77)

پکڑو اسے اور رگیدتے ہوئے لے جاؤ اس کو جہنم کے
بیچوں بیچ اور انڈیل دو اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا
عذاب، چکھ اس کا مزا؟ بڑا زبردست عزت دار آدمی ہے تو؟

ایک اور مقام پر ایسے متکبرین کی یوں خبر لی گئی:

ویل لکل افاک اثیم o یسمع ایٰت اللہ تتلی
علیہ ثم یصر مستکبرا کان لم یسمعھا
فبشرہ بعذاب الیم o(78)

تباہی ہے ہر اس جھوٹے بداعمال شخص کے لیے جس کے
سامنے اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور وہ ان کو سنتا ہے
پھر پورے استکبار کے ساتھ اپنے کفر پر اس طرح اڑا رہتا
ہے کہ گویا اس نے ان کو سنا ہی نہیں، ایسے شخص کو دردناک
عذاب کا مژدہ سنا دو۔

تبشیر:

تبشیر کے معنی ہیں خوشخبری سنانا۔ اچھے اعمال کے نتیجے میں خوشی کی نوید سنانا، انذار کے ساتھ تبشیر بھی دعوت انبیاء کا جزو اعظم رہا ہے۔ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن نے ''مبشر'' کے لقب سے پکارا ہے۔

قرآن مجید نے لوگوں کو اعمال صالحہ کی طرف بلانے اور ان کو نیکی و صداقت کی طرف کھینچنے کے لیے خوشخبریاں سنائی ہیں۔ یہ خوشخبریاں انسان کی دنیوی زندگی کے ساتھ ساتھ ابدی زندگی کے بارے میں بھی ہیں۔ موثر تعلم

کے لیے جدید نفسیات نے بھی اس اصول کو مدنظر رکھا ہے۔تبشیر کے حوالے سے آیات ملاحظہ کیجئے :

ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت لھم جنت النعیم o خالدین فیھا وعداللہ حقا وھو العزیز الحکیم o(79)

بے شک جولوگ ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں، ان کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ اللہ کا پختہ وعدہ ہے اور وہ زبردست، حکیم ہے۔

ایک اور موقع پر خوشخبری یوں سنائی گئی:

انما تنذر من اتبع الذکر وخشی الرحمن بالغیب فبشرہ بمغفرۃ واجر کریم o(80)

تم تو اسی شخص کو خبردار کر سکتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور بے دیکھے خدائے رحمٰن سے ڈرے اسے مغفرت اور اجر کریم کی بشارت دے دو۔

ایک اور مقام پر متقین اور نیک لوگوں کو مختلف نعمتوں کی یوں بشارت دی گئی:

وان للمتقین لحسن ماٰب o جنت عدن مفتحۃ لھم الابواب o متکئین فیھا یدعون فیھا بفاکھۃ کثیرۃ وشراب o وعندھم قٰصرات الطرف اتراب o ھذاما توعدون

Marfat.com

لیوم الحساب ٥ان ھذالرزقنامالہ من نفاد (81)٥

متقی لوگوں کے لیے یقیناً بہترین ٹھکانہ ہے، ہمیشہ رہنے والی جنتیں جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے، ان میں وہ تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، خوب خوب پھل اور شراب طلب کررہے ہوں گے اوران کے پاس شرمیلی ہم سن بیویاں ہوں گی۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں حساب کے دن عطا کرنے کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔ یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم ہونے والانہیں۔

سورۃ النباء میں متقین کو یوں خوشخبری سنائی گئی:

ان للمتقین مفازا٥حدآئق واعنابا ٥وکواعب اترابا٥وکاءسا دھاقا ٥لایسمعون فیھا لغوا ولا کذابا٥جزاء من ربک عطآءً حسابا٥رب السمٰوات والارض ٥وما بینھما الرحمٰن لا یملکون منہ خطابا٥(82)

یقیناً متقیوں کے لیے کامرانی کا ایک مقام ہے، باغ اور انگوراورنوخیز ہم سن لڑکیاں اور چھلکتے ہوئے جام، وہاں کوئی لغواورجھوٹی بات وہ نہ سنیں گے۔ جزا کافی ہے تمہارے رب کی طرف سے اس نہایت مہربان رب کی طرف سے جو زمین اورآسمانوں کااوران کے درمیان کی

ہر چیز کا مالک ہے۔ وہ اُس کے سامنے بات کرنے پر قادر نہ ہونگے۔

یہ تھیں وہ خوشخبریاں جن کی بدولت مومنین ثابت قدم رہے اور ہر قسم کے مصائب کا مقابلہ کرتے رہے۔

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔ آل عمران: ۱۶۴

۲- العلق: ۱۹۔۱۴

۳- امین، احمد، فجر الاسلام ص ۶۳

۴- محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، جلد ۷ ص ۶۲۸

۵- الکامل فی التاریخ جلد ۲ ص ۴۰

(۵۔الف) مودودی، ابوالاعلیٰ، سیرت سرور عالم، جلد دوم ص ۶۰۹

۶- حم السجدہ: ۲۶

۷- البقرہ: ۲

۸- الزمر، ۱-۲

۹- الزمر، ۴۱

۱۰- حم سجدہ، ۴۱-۴۲

۱۱- مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، جلد ۴، حاشیہ سورۃ حم سجدہ ۵۲

۱۲- یسین: ۳-۴

۱۳- الزمر: ۲۸

۱۴- مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، جلد ۴ حاشیہ سورہ الزمر ۴۷

۱۵- الزخرف: ۲۔۳

۱۶- یوسف: ۱۔۲

۱۷- بنی اسرائیل: ۸۹

۱۸- الروم: ۵۸

Marfat.com

۱۹- الرحمٰن: ۱۹-۲۸

۲۰- ص: ۱-۲

۲۱- المعارج: ۱

۲۲- القیامہ: ٦

۲۳- النباء: ۱-۳

۲۴- بنی اسرائیل: ۸۵

۲۵- الکھف: ۸۳

۲٦- الحاقہ: ۱-۳

۲۷- الانفطار: ۱۷-۱۸

۲۸- المطففین: ۷-۹

۲۹- المطففین: ۱۸-۲۰

۳۰- القیامہ: ۱-۴

۳۱- المرسلات: ۱-۷

۳۲- الکھف: ٦

۳۳- مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن جلد۳، حاشیہ۴، سورۃ الکھف

۳۴- المومن: ۴۱-۴۴

۳۵- یٰسین: ۲٦-۲۷

۳٦- حٰم السجدہ: ۳۹

۳۷- الجاثیہ: ۴-٦

۳۸- الجاثیہ: ۷-۹

۳۹- التحریم:۱۰

۴۰- التحریم:۱۱۔۱۲

۴۱- حم السجدہ:۳۰

۴۲- الزخرف:۶۷-۶۸

۴۳- بنی اسرائیل:۷۲

۴۴- الزمر:۸

۴۵- الزمر:۵۵-۶۰

۴۶- الشوریٰ: ۴۴-۴۶

۴۷- فاطر:۴۰

۴۸- لقمٰن:۱۱

۴۹- الاحقاف:۴

۵۰- سبا:۳۱-۳۳

۵۱- المومن:۴۷-۵۰

۵۲- الحاقہ:۲۵-۳۲

۵۲۔ ایضاً الف:۱۹۔۲۴

۵۳- الزخرف:۱۷

۵۴- القلم :۱۰-۱۵

۵۵- المدثر:۱۱-۲۵

۵۶- فاطر:۱۹-۲۲

۵۷- ص:۲۸

Marfat.com

۵۸- المومن: ۵۸-۵۹

۵۹- لقمٰن: ۱۰-۱۱

۶۰- لقمٰن: ۳۱

۶۱- فاطر: ۹

۶۲- محمد: ۱۰-۱۱

۶۳- حم السجدہ: ۱۵-۱۸

۶۴- الاحقاف: ۲۶-۲۸

۶۵- فاطر: ۲۷-۲۸

۶۶- یٰسین: ۳۳-۳۴

۶۷- یٰسین: ۳۷-۴۰

۶۸- المدثر: ۱-۳

۶۹- لقمٰن -: ۷

۷۰- الاحزاب: ۵۷

۷۱- الاحزاب: ۶۴

۷۲- سبا: ۵

۷۳- سبا: ۳۸

۷۴- یٰسین: ۵۹

۷۵- ص: ۵۵-۵۸

۷۶- الدخان: ۱۶

۷۷- الدخان: ۴۷-۴۹

Marfat.com

۷۸- الدخان:۷-۸
۷۹- لقمن:۸-۹
۸۰- یٰسین:۱۱
۸۱- ص:۴۹-۵۴
۸۲- النبا:۳۱-۳۷

Marfat.com

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلوب تعلیم

(تدریس نبوی)

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شمار تاریخ کی ان عظیم ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے مختصر عرصے میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا - اس انقلاب میں علاوہ اور باتوں کے آپؐ کی گفتگو، آپؐ کی حکمت تدریس اور اسلوب بیان کا بھی بہت عمل دخل تھا - آپؐ کے مخاطبین مختلف قبائل، مختلف نسلوں، قوموں اور مختلف معاشرتی و معاشی پس منظر کے حامل لوگ تھے - پھر ان میں انتہائی درجے کے ذہین وفطین اور معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگ بھی شامل تھے - آپؐ ان سب کی ذہنی سطح کو پیش نظر رکھ کر گفتگو فرماتے تھے - آپؐ کی باتیں اتنی سادہ، سہل اور آسان ہوتی تھیں کہ فوراً دلنشین ہو جاتی تھیں - آپؐ نے نفسیات انسانی کا پورا پورا پاس رکھا - آپؐ کے سامعین کو کبھی بوریت اور تکان کا احساس نہیں ہوا - ہر کوئی یہی چاہتا تھا کہ

وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

معلم انسانیت ﷺ کی تدریس محض ہوا میں نہیں اڑ جایا کرتی تھی، بلکہ اس سے لوگوں کے دل بدل جایا کرتے تھے، ان کی ذہنیتیں تبدیل ہو جایا کرتی تھیں، ان کے کردار اور رویے بدل جایا کرتے تھے -

معلم اعظم ﷺ کی تدریس اپنے اندر بے شمار پہلو، بے شمار جہتیں اور بہت سے خصائص رکھتی ہے جس کے لیے باقاعدہ ایک ضخیم تصنیف کی

Marfat.com

ضرورت ہے۔ اس مختصر سے مقالے میں آپؐ کی تدریس اور حکمت تدریس کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں۔

عقل کے مطابق گفتگو:

تعلیم و تدریس کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ مخاطب کی عقل اور اس کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کی جائے۔ ایسی گفتگو جو طلبہ کی ذہنی سطح سے بلند ہو نہ صرف بوریت پیدا کرتی ہے بلکہ تعلم کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرسکتی ہے۔ معلم انسانیتؐ کے مخاطبین مختلف ذہنی سطحوں کے حامل تھے' آپؐ نے ان کی ذہنی سطح کو ہمیشہ پیش نظر رکھ کر گفتگو فرمائی اور اپنے ساتھیوں کو بھی تاکید فرمائی کہ وہ مخاطب کی عقلی سطح کو سامنے رکھ کر گفتگو کیا کریں۔ کنز العمال میں حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تحدثوا امتی من احادیثی الا بما تحمله عقولهم۔ (1) کہ میری امت کو میری باتیں نہ بتاؤ الا یہ کہ وہ ان کی عقلوں کے مطابق ہوں (یعنی ان کی عقلیں انہیں سمجھنے کی متحمل ہوں)۔

ایک اور موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

حدثوا الناس بما یعرفون' اتریدون ان یکذب اللہ و رسولہ؟ (2) کہ تم لوگوں کو وہ باتیں بتاؤ جنہیں وہ جانتے ہوں (یعنی جو ان کی سمجھ میں آتی ہوں) کیا تم چاہتے ہو کہ (ایسی باتیں جو ان کی سمجھ سے بالا ہوں بیان کرکے) اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب

Marfat.com

کی جائے؟

آپؐ نے مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اس سلسلہ میں یہ تاکید فرمائی:

یا ابن عباس! لا تحدث حدیثا لاتحمله عقولهم فیکون فتنة علیهم. (3)

اے ابن عباس! تو لوگوں کو ایسی حدیث نہ سنا (ایسی بات نہ کر) جسے سمجھنے کے لیے ان کی عقلیں متحمل نہ ہوں (ورنہ) یہ باتیں ان پر فتنہ بن جائیں گی۔

کم فہم اور معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والے شخص کے سامنے فلسفیانہ اور بلند پایہ باتیں قطعاً نہیں کرنا چاہییں۔ سب سے بڑے ماہر نفسیات اور فطرت انسانی کے واقف معلم انسانیتؐ نے اس بارے میں سخت تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

لا تطرحوا الدر فی افواه الخنازیر. (4)

خنازیر کے مونہوں میں موتی نہ ڈالو۔ یعنی کم فہم لوگوں کے سامنے قیمتی اور بلند پایہ باتیں نہ کرو۔

ایسے ہی کم فہم اور جاہل لوگوں کے ساتھ گفتگو سے بچنے والے مومنین کی صفت قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی:

واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً .(5) مومن وہ ہیں کہ جن سے جب جاہل (بے وقوف) مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سلام۔

Marfat.com

مندرجہ بالا احادیث اور قرآن مجید کے تتبع مین آپؐ کے شاگرد رشید حضرت علیؓ نے فرمایا: کلم الناس قدر عقولهم. (6) لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق گفتگو کیا کرو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مختلف ذہنی سطحوں کے لوگ ہوتے تھے، ان میں قبائل کے سردار اور رئیس بھی ہوتے تھے، جن میں قائدانہ صلاحتیں ہوتی تھیں، شعراء، ادبا، خطباء، حکماء، ماہرین علم انساب کے علاوہ عام انسان، بدوی اور دیہاتی لوگ بھی ہوتے تھے۔ خود آپؐ کے صحابہؓ میں جہاں حضرت ابوبکر، عمر فاروق، علی، امیر معاویہ رضوان اللہ علیہم جیسے ذہین وفطین لوگ موجود تھے وہیں حضرت بلالؓ اور حضرت صہیبؓ جیسے غلام بھی موجود تھے، اتنی متنوع الذہن کلاس شاید ہی کہیں ہو، ان سب کے ساتھ آپؐ کی گفتگو ہوتی تھی اور ان کی ذہنی سطح کے مطابق ہوتی تھی۔ معلمین کے لیے اس میں بہت بڑا نمونہ موجود ہے۔

صاف اور واضح گفتگو:

معلم انسانیتؐ نے گنجلک، پیچیدہ اور سمجھ میں نہ آنے والی گفتگو سے ہمیشہ پرہیز فرمایا، آپؐ کی گفتگو انتہائی مختصر، سادہ، واضح اور سہل ہوتی تھی کہ مخاطب کو سمجھنے میں کسی قسم کی دقت اور دشواری پیش نہیں آتی تھی۔ آپؐ کی گفتگو میں انتہائی درجے کا ٹھہراؤ ہوتا تھا۔ آپؐ کی شریک حیات اور ہمراز ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

ما كان رسول الله يسرد سرد كم ولكنه كان يتكلم بكلام بين ،فصل تحفظه من جلس

Marfat.com

الیه . (7)

رسول اللہؐ تم لوگوں کی طرح جلدی جلدی گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ آپؐ نہایت واضح گفتگو فرماتے تھے اور ہر مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا' جسے آپؐ کے پاس بیٹھنے والا ہر شخص یاد کرسکتا تھا۔

آپؐ کے خادم خاص اور رفیق وہمسفر حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

کان رسول الله ﷺ یعید الکلمة ثلاثة لتعقل عنه . (8)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات تین مرتبہ دہراتے تھے تاکہ آپؐ کے سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں۔

معلم انسانیت ﷺ کی گفتگو کسی بے فکرے' غیر سنجیدہ اور خدا سے بے نیاز انسان کی سی گفتگو نہیں ہوتی تھی' نہ آپؐ بڑبولوں جیسی باتیں کرتے تھے۔ ہند ابی ہالہ سے پوچھا گیا کہ آپؐ کی گفتگو کیسی ہوتی تھی؟ تو انہوں نے کہا:

کان رسول الله ﷺ متواصل الاحزان' دائم الفکر' لیست له راحة' طویل السکت، لایتکلم فی غیر حاجة (9) آپؐ (آخرت کے) غم میں ہمیشہ مشغول رہتے تھے' (خدا کے بارے میں) ہر وقت سوچتے رہتے تھے' (ان امور کی وجہ سے کسی وقت آپ کو بے فکری) اور راحت نہیں ہوتی تھی۔

Marfat.com

آپؓ مزید کہتے ہیں: یفتح الکلمة و یختمه ویتکلم بجوامع الکلام ، کلامه لافضول ولا قصیر ، لیس باالجافی والمھین ، یعظم النعمة ، لایغضب لنفسه ولاینتھر لھا.

(10) یعنی آپؐ کی گفتگو ابتداء سے انتہا تک منہ بھر کر ہوتی تھی، (یعنی ادھوری یا آدھی نہیں ہوتی تھی) آپؐ جامع الفاظ کے ساتھ کلام فرماتے تھے، آپؐ کا کلام ایک دوسرے سے ممتاز (نمایاں) ہوتا تھا - نہ اس میں فضولیات ہوتی تھیں نہ کوتاہیاں، (کہ مطلب پوری طرح واضح نہ ہو) آپؐ سخت مزاج نہیں تھے، کسی کی تذلیل نہیں فرماتے تھے، اللہ کی نعمت کی تعظیم کرتے تھے، اپنی ذات کے لیے نہ کسی پر ناراض ہوتے تھے اور نہ انتقام لیتے تھے۔

آپؐ کی گفتگو ان واعظین و معلمین کے لئے نمونہ ہے جو طویل، لچھے دار اور ثقیل گفتگو کرتے ہیں، لوگوں کو بور کرتے ہیں اور مشکل و پیچیدہ تقریریں کر کے اپنے علم کی دھاک بٹھاتے ہیں۔

میانہ روی، توسط اور اعتدال:

معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ تعلیم کی ایک اہم خوبی عدم طوالت اور اختصار تھی - آپؐ کے خطبے اور تقاریر اور اعمال و افعال طویل نہیں ہوتے تھے کہ لوگ تھک جائیں اور اکتا جائیں، بلکہ انتہائی مختصر اور میانہ روی کے حامل ہوتے تھے۔

Marfat.com

جابرؓ بن سمرہ کہتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ لا یطیل الموعظة یوم الجمعة ' انما ھی کلمات یسیرات.(11)

آنحضور ﷺ جمعہ کے دن طویل وعظ نہیں فرماتے تھے' وہ تو چند آسان جملوں پر مشتمل ہوتا تھا-

حالانکہ جمعہ آٹھویں دن آتا ہے مگر پھر بھی آپؐ انتہائی اختصار سے کام لیتے تھے- جابرؓ بن سمرہ ہی کی ایک اور روایت ہے:

کنت اصلی مع النبی ﷺ فکانت صلاتہ قصدا و خطبتہ قصدا . (12)

میں نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا' آپؐ کی نماز بھی معتدل ہوتی تھی اور خطبہ بھی اعتدال پر مبنی ہوتا تھا۔

آپؐ نے جمعہ کے خطبے کے بارے میں فرمایا:

واقصروا الخطبة .(13) خطبے کو مختصر کیا کرو-

اختصار و اعتدال کا ذوق آپؐ نے صحابہؓ میں بھی پیدا فرما دیا تھا- ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عمروؓ بن العاص کے سامنے طویل خطبہ دیا تو انہوں نے فرمایا: اگر وہ میانہ روی اختیار کرتا تو اس کے لیے بہتر ہوتا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں اختصار کروں کیونکہ اختصار بہتر ہے- آپؐ کا یہ بھی ارشاد ہے:

اوتیت جوامع الکلم و اختصرت لی الحکمة اختصاراً' لانہ نبہ بقلیل علی

Marfat.com

الکشیر ۔ (14)

مجھے جوامع الکلم عطا کیا گیا ہے اور میرے لئے حکمت مختصر
کردی گئی ہے، کیونکہ مختصر بات سے زیادہ بہتر طریقے سے
سمجھایا جا سکتا ہے۔

آپؐ کی پوری سیرت میں صرف چند خطبوں کی نشاندہی کی جا سکتی ہے جو ذرا طویل ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی زیادہ طویل نہیں ہیں۔ مثلاً حجۃ الوداع کا خطبہ غالباً سب سے طویل خطبہ ہے لیکن وہ بھی گنے چنے جملوں پر مشتمل ہے۔ گفتگو کے علاوہ آپؐ نے معمولات میں بھی اعتدال کا راستہ اختیار فرمایا۔

تاکیدی گفتگو:

اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت ہر انسان کے دل میں موجود ہے۔ جب کوئی شخص اللہ کی قسم کھا کر بات کرتا ہے تو مخاطب ہل کر رہ جاتا ہے اور اس کو یقین کیے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ اس طرح کی بات میں انتہائی درجے کا تیقن پایا جاتا ہے۔ آنحضورﷺ کی ہر بات اہم، مفید اور حکمت سے لبریز ہوتی تھی مگر بعض اوقات آپؐ اللہ کی قسم کھا کر بات کی اہمیت کو مزید بڑھا دیتے تھے۔ تکلم کے اس تاکیدی انداز کی آپؐ کی سیرت میں بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ یہاں چند ایک مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مسلمان جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو السلام علیکم کہتے ہیں، بظاہر یہ ایک چھوٹا سا فعل ہے اور بعض اوقات اسے ہلکا سمجھ کر انسان نظر انداز کر دیتا ہے مگر آنحضورﷺ کے نزدیک اس کی کتنی اہمیت ہے اور صحابہؓ کو آپؐ نے کس طرح اس کے لیے تیار کیا اس کا اندازہ اس ارشاد سے لگایا جا سکتا

Marfat.com

ہے:

والذی نفسی بیدہ لاتدخلوا الجنۃ حتی
تومنوا ولاتومنوا حتی تحابوا او لا ادلکم علی
شی اذا فعلتموہ تحاببتم، افشوا السلام
بینکم. (15)

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم جنت
میں داخل نہیں ہوسکو گے جب تک کہ تم ایمان نہ لاؤ اور تم
ایمان نہیں لا سکتے جب تک کہ تم ایک دوسرے سے محبت نہ
کرو' کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتا دوں کہ جب تم وہ
کروتو (اس سے) ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے؟
یہ کہ تم اپنے درمیان سلام پھیلاؤ۔

ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے ہمسائے اور اس کے حقوق کی اہمیت بیان کرتے ہوئے قسم کھائی:

واللہ لا یومن' واللہ لایومن' واللہ لایومن'
قیل من یا رسول اللہ؟ قال الذی لا یامن
جارہ بوائقہ. (16)

اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں' اللہ کی قسم
وہ مومن نہیں، کہا گیا کون یا رسول اللہؐ؟ فرمایا: وہ شخص
جس کا ہمسایہ اس کی شر سے محفوظ نہیں۔

علاوہ ازیں اپنی گفتگو میں زور پیدا کرنے کے لیے بعض اوقات

آپؐ اگر ٹیک لگائے ہوئے ہوتے تو ٹیک سے اٹھ کر سیدھے ہو بیٹھتے اور خاص جملوں کو بار بار دہراتے' حاضرین کو کسی بات پر ڈراتے تو تکلم کے ساتھ زمین پر ہاتھ مارتے۔(17)

اسی طرح آپؐ کی گفتگو محض سپاٹ اور خالی از جذبہ نہیں ہوتی تھی کہ سامع کوئی اثر نہ لے یا اس کے جذبات میں کوئی ہلچل نہ مچے' آپؐ مختلف انداز سے سامع کے جذبات کو اٹھانے اور اس کے اندر تحریک پیدا کرنے کے لیے کوشش فرماتے تھے۔

آپؐ کے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ رقصاں رہتی تھی لیکن اگر آپؐ کی موجودگی میں کوئی غلط بات کہہ دیتا تو آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا' اس طرح چہرے کے آثار سے آپؐ کی کیفیت کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

آج ماہرین نفسیات نے ثابت کر دیا ہے کہ گفتگو کے ساتھ چہرے کے اتار چڑھاؤ اور جسمانی حرکات وسکنات کی بے پناہ اہمیت ہے۔

طریقہ تعلیم بذریعہ سوال و جواب:

جدید طریقہ ہائے تدریس میں سوال و جواب کے طریقے کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔ اس طریقے کے ذریعے آسانی کے ساتھ انسان کو اپنی بات سمجھائی جا سکتی ہے اور ذہن میں اتاری جا سکتی ہے۔ اس طریقے سے بوریت اور تکان سے بچا جا سکتا ہے۔ ''علم التعلیم کے مسلمہ قوانین مین یہ بات شامل ہے کہ مسئلہ کی تفہیم کے لیے سوال و جواب کا طریقہ انتہائی موثر ہے کیونکہ بسا اوقات جو بات صرف لیکچر سے واضح نہیں ہوتی وہ سوال و جواب اور بحث و تمحیص کے امتزاج سے زیادہ واضح ہو جاتی ہے اور مسئلہ سے متعلق متعلم کے

Marfat.com

ر ذہن میں جو اشکال موجود ہوتا ہے وہ دور ہو جاتا ہے'' ۔(18)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت پر جب ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس طریقے کو خوب خوب استعمال کیا۔ احادیث کی کتب میں بے شمار ایسے نظائر موجود ہیں جو اس طریقہ تعلیم کی عکاسی کرتے ہیں۔ طریقہ سوال و جواب میں کبھی تو سوالات آپؐ نے خود اٹھائے اور خود ہی جواب مرحمت فرمائے اور کبھی صحابہؓ سے جواب حاصل کرنے کی کوشش فرمائی۔ کبھی مخالفین کی جانب سے سوالات ہوتے تھے اور آپؐ ان کے جواب دیتے تھے۔ ایک ایسے ہی موقع کے شاہد و راوی آپؐ کے شاگرد رشید حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

سمعت رسول الله ﷺ يقول اتدرون ما المسلم؟ قالوا: الله و رسوله اعلم، قال: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده. (19)

میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے آپؐ فرما رہے تھے کیا تم جانتے ہو کہ مسلمان کون ہوتا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں۔ جواباً آپؐ نے فرمایا: مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے یوں سوال فرمایا:

اتدرون ما المؤمن؟ قالوا: الله و رسوله اعلم،

Marfat.com

قال المومن مَن امنه المومنون علیٰ انفسهم
واموالهم۔ (19-a)

آپؐ نے اپنے شاگردوں سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ
مومن کون ہوتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا
رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: مومن
وہ ہوتا ہے جس سے لوگ اپنی جانیں اور اپنے اموال بچا
لیں (یعنی اس سے ان کے مال ودولت کو کسی قسم کی گزند نہ
پہنچے)۔

بعض اوقات سوال کا انداز مختلف ہوتا تھا۔ عمرو بن شعیب اپنے
والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

انہ سمع النبی ﷺ یقول: الا اخبرکم باحبکم
الی واقربکم منی مجلسا یوم القیامۃ؟ سکت
القوم، فاعاد مرتین او ثلاثا' قال القوم: نعم
یا رسول اللہ! قال احسنکم خلقا۔ (20)

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ قیامت کے دن کون مجھے محبوب ہوگا
اور کون میری مجلس میں زیادہ قریب ہوگا؟ پس سارے
لوگ خاموش ہو گئے' حضور ﷺ نے اس بات کو دو یا
تین مرتبہ دہرایا' تب لوگوں نے کہا: ہاں اے اللہ کے
رسولؐ! ضرور بتائیے' حضورؐ نے فرمایا تم میں سے وہ شخص
جس کے اخلاق اچھے ہوں گے (وہ مجھے زیادہ محبوب اور

Marfat.com

میرے زیادہ قریب ہوگا)۔

بعض اوقات آپؐ صحابہؓ میں تجسس ابھارنے کے لیے سوالات کرتے تھے۔ مثلاً ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا: ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مومن کی مثال ہے۔ بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ اس سوال سے آپؐ نے سامعین میں جذبہ اشتیاق ابھارا، اس پر لوگ سوچ میں پڑ گئے اور مختلف جواب دینے لگے' لیکن وہ کسی ایسے درخت کا نام نہ بتا سکے جو مومن کی مثال ہو۔ بالآخر سب نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''وہ درخت کھجور کا ہے''۔(21)

اس بلیغ استعارے کی مدد سے آپؐ نے مومن کی خصوصیات واضح کیں۔

آسان مثالوں کے ذریعے ترغیب:

عرب کے لوگ ان پڑھ تھے' ان کا ماحول بدویانہ تھا' وہ سادہ زندگی کے عادی تھے۔ معلم انسانیتؐ نے عربوں کی انہی خصوصیات کی بنا پر ان کی تعلیم و تربیت کے لیے انتہائی سادہ' آسان اور عام فہم راستہ اختیار فرمایا۔ آپؐ نے روزمرہ زندگی کے مشاہدے پر مبنی آسان مثالوں کو اپنی دعوت اور پیغام کا ذریعہ بنایا۔

مثال کے طور پر ایک مرتبہ آپؐ نے صحابہؓ سے کہا:

ارءیتم لو ان نھرا بباب احد کم یغتسل
فیہ کل یوم خمس مرات ' ھل یبقی من درنہ

بشئی؟ قالوا: لا یبقی من درنہ شئ، فقال:
ذالک مثل صلوات الخمس ' یمحو اللہ بهن
الخطایا. (22)

یعنی اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو اور وہ روزانہ اس نہر میں پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کسی قسم کا میل کچیل رہے گا؟ صحابہؓ نے کہا نہیں' اس کے جسم پر کسی قسم کا میل کچیل نہیں رہے گا' تو آپؐ نے فرمایا: یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے، اللہ تعالیٰ ان نمازوں کے ذریعے انسان کے گناہ مٹا دیتا ہے۔

کتنی سادہ مثال کے ذریعے آپؐ نے ایک بڑی حقیقت کو بیان فرمایا ہے؟ روزمرہ زندگی سے تعلق رکھنے والی اس مثال کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ آپؐ نے سوال کا جواب خود نہیں دیا بلکہ اپنے شاگردوں سے اخذ کروایا۔ یوں یہ مثال ترغیب کے ساتھ ساتھ تخلیقی قوت کا باعث بن گئی۔

اس مثال میں اساتذہ کے لیے مندرجہ ذیل اسباق پنہاں ہیں۔

۱- وہ سادہ اور روزمرہ زندگی سے متعلق مثالوں کے ذریعے اپنے شاگردوں کی تعلیم و تربیت کریں۔

۲- تعلیم و تدریس کے دوران میں صرف بیانیہ انداز نہ اپنائیں بلکہ ان کا انداز ایسا ہو کہ اس کی مدد سے طالب علم کی تخلیقی صلاحیتیں بیدار ہوں۔

۳- مادی مثالوں کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے جوڑا جائے۔

لیکچر کے بعد سوالات کا جواب دینا:

Marfat.com

معلم انسانیتؐ نے تدریس کے دوران میں اس اصول کو بھی پیش نظر رکھا کہ طلباء تک پوری بات پہنچا دی جائے۔ جس موضوع پر گفتگو کرنا مقصود ہو مکمل کرلیا جائے' اس کے بعد طلباء کو موضوع سے متعلق سوالات کرنے کا موقع دیا جائے۔ آپؐ نے لیکچر کے دوران میں ٹوکنے اور (Disterbance) پیدا کرنے کو ناپسند فرمایا۔ (یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض اوقات طلباء لیکچر کے درمیان میں بولنا شروع کردیتے ہیں جس کے باعث استاد اپنا لیکچر مکمل نہیں کر پاتا، نیز اس کے موضوع سے ہٹنے کا امکان بھی بڑھ جاتا ہے) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تدریسی اصول کی شہادت سب سے زیادہ روایات کے امین حضرت ابوہریرہؓ یوں دیتے ہیں:

فبینما النبی ﷺ فی مجلس یحدث القوم' جاء اعرابی' فقال متی الساعة؟ فمضی رسول الله ﷺ یحدث، فقال بعض القوم سمع ما قال، فکرهه ماقال' وقال بعضهم: بل لم یسمع' حتی اذا قضی حدیثه، قال: این السائل عن الساعة؟ قال ها انا یا رسول الله اقال: فاذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة .(23)

نبی ﷺ ایک مجلس میں' کسی مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے' تو آپؐ کی تقریر کے دوران میں ایک اعرابی آ گیا' وہ کہنے لگا: قیامت کب آئے گی؟ آپؐ نے اپنی بات جاری رکھی

Marfat.com

(اور اس کے سوال کا جواب نہیں دیا) بعض لوگوں نے خیال کیا کہ آپؐ نے اس کی بات سن لی ہے مگر اسے ناپسند کیا ہے، جبکہ بعض لوگوں نے خیال کیا کہ آپؐ نے اس کی بات نہیں سنی' یہاں تک کہ آپؐ نے جب اپنی بات مکمل کر لی تو فرمایا: سائل کہاں ہے؟ تو اس نے کہا: میں ہوں یا رسول اللہؐ! آپؐ نے فرمایا: جب امانت ضائع کر دی جائے' تو پھر تو قیامت کا انتظار کر۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضورؐ نے سائل کی بات سن لی تھی مگر درمیان میں جواب اس لیے نہیں دیا کہ غیر متعلقہ سوال کا جواب دینے سے اصل موضوع رہ جائے گا۔

تکرار:

موثر تعلم کے لیے تکرار کی بھی اہمیت ہے۔ تکرار سے طالب علم آموختہ کو بخوبی یاد کر سکتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں ابھی تحریر و کتابت میں اتنی ترقی نہیں ہوئی تھی، لوگوں کی عظیم اکثریت محض حافظے پر اعتماد کرتی تھی اس لئے تکرار کی اہمیت اور بڑھ گئی تھی۔

معلم انسانیت کا یہ طریقہ تھا کہ اہم بات بار بار دہراتے تھے یہاں تک کہ بعض اوقات تین دفعہ دہراتے تھے تا کہ مخاطب وہ بات اچھی طرح سمجھ جائے اور ذہن میں بٹھا لے اور یاد کر لے۔

حضرت انسؓ نبی ﷺ کی گفتگو کی اس خصوصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

Marfat.com

انہ کان اذا تکلم بکلمۃ اعادھا ثلاثا حتی تفھم عنہ ۔ (24) نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات کہتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے یہاں تک کہ (مخاطب) آپؐ کی بات اچھی طرح سمجھ لیتا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا:

واللہ لا یومن ' واللہ لا یومن 'واللہ لا یومن، قیل من یا رسول اللہ ؟ قال من لایامن جارہ بوائقہ(25)

خدا کی قسم وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں' خدا کی قسم وہ مومن نہیں، کہا گیا کون اے اللہ کے رسولؐ! فرمایا: وہ شخص جس کے ظلم سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہ ہو۔

مثالی نمونہ:

طلباء پر استاد کی گفتگو اور نصیحت اس وقت کارگر ہوسکتی ہے جب وہ ان کے سامنے مثالی نمونہ وکردار پیش کرے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے تھے اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ آپؐ کا اخلاق تعلیمات قرآنی کا مرقع تھا' بقول حضرت عائشہ صدیقہؓ: کان خلقہ القرآن ۔ (26) آپؐ کا خلق تو قرآن ہی تھا۔ آپؐ نے کبھی ایسی بات نہیں کی جو قرآن کے خلاف ہو اور آپؐ نے کبھی ایسی بات نہیں کہی جس پر آپؐ نے عمل نہ کیا ہو۔ یہاں تک کہ تکلفاً بھی آپؐ ایسی بات نہیں فرماتے تھے جس کی پشت پر عمل کی قوت نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عامرؓ کہتے

Marfat.com

ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف فرما تھے، میری والدہ نے مجھے کچھ دینے کے لیے بلایا - آپ نے استفسار فرمایا:

ما اردت ان تعطیہ ؟ تو اسے کیا دینے کا ارادہ کر رہی تھی؟ میری والدہ نے جواب دیا: میں اسے کچھ دینا چاہ رہی تھی، تو آپ نے فرمایا:

اما انک لم تعطیہ شیئا تفعلی کتبت علیک کذبۃ۔ (27)

اگر تو اسے کچھ نہ دیتی تو تجھ پر (اللہ کے ہاں) جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی وہ تعلیم تھی جس کی بناء پر امام بخاریؒ نے ایک شخص سے حدیث لینے سے اس لیے انکار کر دیا کہ وہ اپنی بدکی ہوئی گھوڑی کو پکڑنے کے لیے اپنے دامن کو ہاتھوں سے پکڑ کر اس طرح پھیلا رہا تھا کہ گویا اس میں گھوڑی کے کھانے کے لیے کوئی چیز موجود ہے - امام صاحب نے فرمایا: جو شخص اپنی گھوڑی سے فریب کر سکتا ہے بعید نہیں کہ وہ اپنے رب سے فریب کرے-

نبی مکرمؐ اپنے صحابہؓ کو تلقین فرماتے تھے کہ وہ آپؐ کے اسوہ کے مطابق عمل کریں آپؐ نے مثال دیتے ہوئے فرمایا:

صلوا کما رایتمونی اصلی۔ (28) جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں تم بھی اسی طرح نماز پڑھو-

انسانی جذبات و احساسات کا خیال:

معلم انسانیتؐ صحابہؓ کے رجحانات، کیفیات اور ان کے احساسات و جذبات کا پورا پورا خیال رکھتے تھے اور کبھی ایسا موقع پیدا نہیں فرماتے تھے کہ طلباء بوریت محسوس کریں یا سبق سے اکتا کر تعلیم چھوڑ بیٹھیں-

Marfat.com

آپؐ جب محسوس کرتے تھے کہ لوگ بات سننے پر آمادہ ہیں اور دعوت قبول کرنے کے لیے تیار ہیں تو ایسے موقع کو غنیمت جان کر اپنی دعوت پیش فرماتے تھے - حضرت علیؓ جو براہ راست آپؐ سے مستفید ہوئے انسانی قلوب و میلانات کی آمادگی کی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ان للقلوب شهوات و اقبالاً و ادباراً ' فاتوها من قبل شهواتها و اقبالها ' فان القلب اذا كره عمى .(28.a)

کہ دلوں کی کچھ خواہشیں اور میلانات ہوتے ہیں ' کسی وقت وہ بات سننے کے لیے تیار رہتے ہیں اور کسی وقت اس کے لیے تیار نہیں ہوتے ' تم لوگوں کے دلوں میں ان میلانات کے اندر سے داخل ہو اور اس وقت بات کہو جب وہ سننے کے لیے تیار ہوں - اس لیے کہ دل کا حال یہ ہے جب اس کو کسی بات پر مجبور کیا جاتا ہے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے (یعنی بات قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے) -

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد رشید حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے جب لوگوں نے مطالبہ کیا کہ وہ روزانہ تعلیم دیں اور وعظ و نصیحت کریں تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں نہیں چاہتا کہ لوگ تنگ آ جائیں اور اکتا جائیں - آپؓ کے الفاظ یہ ہیں :

اما انى يمنعنى من ذالك اى اكره انى امنعكم و انى اتحولكم بالموعظة كما كان النبى ﷺ

يتحولنا بها مخافة السامة علينا .(29)

مجھے اس سے صرف یہ بات روکتی ہے کہ میں تمہیں بور کر دوں' میں ناغے دے کر وعظ و نصیحت کرتا ہوں جیسا کہ نبیؐ ہمیں ناغے دے کر نصیحت فرماتے تھے اور آپؐ ایسا اس لیے کرتے تھے کہ ہم لوگ کہیں اکتا نہ جائیں۔

آپؐ کے ایک اور شاگرد رشید حضرت عبد اللہؓ بن عباس انسانی رجحانات کا کس قدر خیال رکھتے تھے اس کا اظہار انہوں نے یوں کیا ہے:

ولا تملن هذا القرآن ' تاتی القوم و هم فی حديث من حديثهم فتقص عليهم حديثهم فتملهم، ولكن انصت ' فا ذا امروك فحدثهم وهم يشهونه ' وانظر اسجع من الدعا ' فاجتنبه ' فانی عهدت رسول الله ﷺ و اصحابه لايفعلون ذالک .(30)

اس قرآن سے لوگوں کو متنفر نہ کرنا اور ایسا کبھی نہ ہو کہ تم لوگوں کے پاس پہنچو اور وہ اپنی کسی بات میں مشغول ہوں اور تم اپنا وعظ شروع کر دو اور ان کی بات کاٹ دو اور اگر تم ایسا کرو گے تو ان کو وعظ و نصیحت سے متنفر کرو گے بلکہ ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرو اور جب ان کے اندر خواہش دیکھو اور وہ تم سے مطالبہ کریں تو پھر وعظ کہو اور دیکھو مسجع عبارتیں بولنے سے بچو، کیونکہ میں نے نبیؐ اور

Marfat.com

آپؐ کے اصحابؓ کو دیکھا ہے کہ وہ تکلف کے ساتھ
عبارت آرائی نہیں کرتے تھے۔

مسلمان معلمین اور واعظین کے لیے آپؐ کے اس طریقہ گفتگو میں رہنمائی موجود ہے' ایک استاد کو اپنی جماعت کے رجحان اور خواہش کو دیکھنا چاہیے اور بات شروع کرنے سے پہلے ان کی آمادگی کا خیال رکھنا چاہیے۔

ملاطفت پر مبنی تعلیم:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم محض الفاظ کا گورکھ دھندا نہیں تھی اور نہ محض فصاحت و بلاغت کا مرقع۔ آپؐ کی تعلیم تو محبت و شفقت سے معمور تھی۔ آپؐ کی تعلیم میں نہ درشتی تھی نہ سختی' نہ خشکی تھی نہ یبوست' یہ تعلیم تو شفقت و محبت کی ایک رواں دواں ندی تھی جس نے بچوں' عورتوں' جوانوں اور بوڑھوں نے بقدر استطاعت فائدہ اٹھایا۔ خود قرآن نے اس کی تصدیق کی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظاً غليظ
القلب لانفضوا من حولك - (31)

کہ اللہ کی رحمت کی وجہ سے تم نرم خو تھے' اگر تم درشت رو اور
سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے چھٹ جاتے۔

یہی وجہ تھی کہ آپؐ کے طلبہ آپؐ پر جان نچھاور کرتے تھے اور پروانوں کی طرح آپؐ کے گرد منڈلاتے رہتے تھے۔ اگر وہ آپؐ کی محفل میں خلاف ورزی کرتے یا کوئی غلط کام کرتے تو آپؐ انتہائی شفقت و پیار سے انہیں سمجھا دیتے تھے۔

Marfat.com

آپؐ کے خادم خاص اور آپؐ کی نشست و برخاست کے امین، حضرت انسؓ جو دس سال کا طویل عرصہ آپؐ کے زیر تربیت رہے کہتے ہیں:

لیس کل امر کما یشتھی صاحبی ان یکون علیہ ما قال فیھا اف و ما قال لی لم فعلت ھذا او انک فعلت ھذا؟ (32)

میرا ہر کام میرے صاحب (یعنی آنحضورؐ) کی مرضی کے مطابق نہیں ہوتا تھا مگر آپؐ نے مجھے اف کہہ کر نہ ڈانٹا اور نہ مجھے یہ کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا ہے یا کیوں نہیں کیا ہے؟

آپؐ کے ایک اور شاگرد معاویہ بن حکم سلمیؓ آپؐ کے اس انداز تربیت کی شہادت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی کو چھینک آئی، میں نے نماز کے درمیان ہی میں یرحمک اللہ کہہ دیا۔ لوگوں نے مجھ پر غصے کی نگاہ ڈالی' میں نے کہا: خدا تمہیں زندہ رکھے تم لوگ مجھے کیوں (غصے سے) دیکھتے ہو؟ انہوں نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تو میں خاموش ہو گیا۔ جب نبیؐ نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے نہایت نرمی کے ساتھ مجھے نصیحت کی۔ معاویہؓ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

ما رایت معلماً قبلہ و بعدہ احسن تعلیما منہ ' ماقھرنی و لاضربنی و لا شتمنی ' قال ان ھذا الصلوۃ لایصح فیھا شیء من کلام

Marfat.com

الناس ' انما هی التسبیح و التکبیر و قرات القرآن۔(33)

میں نے نبیؐ سے بڑھ کر تعلیم و تربیت کرنے والا نہ پہلے کبھی دیکھا اور نہ بعد میں، آپؐ نے نہ تو مجھے ڈانٹا، نہ مارا اور نہ برا بھلا کہا - صرف اتنا کہا: یہ نماز ہے اس میں بات چیت مناسب نہیں ہے - یہ تو نام ہے اللہ کی پاکی بیان کرنے کا' اس کی بڑائی بیان کرنے اور قرآن کی قرات کرنے کا -

آپؐ نے اپنے شاگردوں کو تعلیم و تربیت کے بارے میں جو مستقل ہدایات دیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ تعلیم و تربیت میں آپؐ کس قدر نرمی اور شفقت و محبت کا خیال رکھتے تھے' آپؐ نے فرمایا:

علیک باالرفق و ایاک و العنف و الفحش ۔(34)

تم رفق (شفقت و محبت) کو لازم پکڑلو اور عنف (سختی اور درشت روئی) اور فحش باتوں سے بچو-

آپؐ نے مزید فرمایا:

علموا و لا تعنفوا فان العلم خیر من العنف ۔(35)

لوگوں کو تعلیم دو اور (دوران تعلیم میں) سختی اور درشتی سے پیش نہ آؤ کیونکہ علم ''العنف'' (سختی اور درشتی) سے بہتر ہے-

جو معلمین معصوم بچوں کو بے دردی کے ساتھ پیٹتے ہیں اور انہیں برا بھلا کہتے ہیں انہیں آئینہ نبویؐ میں اپنا چہرہ دیکھ لینا چاہیے-

Marfat.com

دلسوزی وغمگساری:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال کے مختصر عرصہ میں جزیرۃ العرب میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا کیا - یہ انقلاب محض ظاہری تبدیلیوں پر مبنی نہیں تھا بلکہ درحقیقت یہ فکر ونظر کا انقلاب تھا - اس انقلاب سے عرب کا جاہلی معاشرہ مکمل طور پر تبدیل ہوگیا - اس انقلاب کے پیچھے جہاں آپؐ کی سعی وجہد اور آپؐ کی متحرک شخصیت تھی وہاں زبردست جذبہ اخلاص اور اس کے لیے شدید جذبہ فکر وغمگساری بھی تھا - آپؐ ہر وقت معاشرے کی اصلاح کے لیے متفکر رہتے تھے اور آپؐ کو ہر آن یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ لوگ کہیں اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم کا ایندھن نہ بن جائیں؟

لوگوں کی اصلاح اور ان کی نجات اور انہیں راہ راست پر لانے کا جذبہ' دوسری طرف لوگوں کا اس سب کچھ کے باوجود گمراہی کی طرف جانے کا عمل اور آنحضورؐ کی راہ میں رکاوٹیں اور مشکلات پیدا کرنے کی سعی، اس پر آپؐ نے خود جو تبصرہ فرمایا ہے اس سے اس جذبے کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے- فرمایا: ''میری مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے آگ جلائی' جب اس کے آس پاس کا ماحول آگ کی روشنی سے چمک اٹھا تو یہ کیڑے پتنگے اس کی کوشش کو ناکام بنائے جا رہے ہیں • بالکل اسی طرح میں نے آگ جلائی اور تم ہو کہ آگ میں گرے پڑے جا رہے ہو'' -(36)

اس مثال سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کس طرح آپؐ لوگوں کو جہنم سے بچانے کی فکر کر رہے ہیں-

لوگوں کو گمراہی سے بچانے اور انہیں راہ راست پر لانے کے غم نے

Marfat.com

آنحضورؐ کو سخت متفکر بنا دیا تھا جس کی تصویر کشی خود قرآن نے یوں کی ہے:

فلعلک باخع نفسک علیٰ آثارھم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفا. (37)

اچھا تو اے محمد! شاید تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کو کھو دینے والے ہو اگر وہ نہ مانیں اس بات (قرآن) کو۔

ایک اور موقع پر قرآن میں یوں کہا گیا ہے:

کتاب انزل الیک فلا یکن فی صدرک حرج منه لتنذربه و ذکریٰ للمومنین. (38)

یہ ایک کتاب ہے جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے، پس اے محمد! تمہارے دل میں اس سے کوئی جھجک نہ ہو۔ اس کے اتارنے کی غرض یہ ہے کہ تم ڈراؤ منکرین کو اور یہ یاد دہانی ہے ایمان لانے والوں کے لئے۔

آپؐ اپنی امت کے لیے کس قدر پریشان رہتے تھے اس کی شہادت قرآن نے یوں دی:

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رٔوف رحیم. (39)

دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے،

Marfat.com

تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے؛ ایمان لانے والوں کے لئے وہ شفیق اور رحیم ہے۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کس طرح ہر وقت اپنے ساتھیوں کے درد وغم میں غلطاں و پیچاں رہتے تھے؟ اور لوگوں کی اصلاح وہدایت کے لیے کس قدر حریص اور فکرمند تھے؟

کتب احادیث میں مذکور ہے کہ جب آندھی آتی یا آسمان پر بادل ہوتا تو آپؐ کا چہرہ مبارک غمزدہ ہو جاتا کہ کہیں یہ میری امت کے لیے عذاب کی صورت نہ بن جائے؟

حضرت عائشہؓ نے آپؐ کے اس درد وغم کا سبب پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

''میں ڈرتا ہوں مبادا (قوم عاد کی طرح) یہ عذاب ہو جو میری امت پر مسلط کیا گیا ہو''۔(40)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے اس موقع پر یہ دعا فرمائی:

اللھم من ولی امر امتی شیئا فشق علیھم فاشق علیہ ومن ولی من امر امتی شیئاً فرفق فارفق بہ.(41)

خدایا! جو شخص میری امت کے کسی کام کا والی ومتصرف بنایا جائے پس وہ ان کو مشقت میں ڈالے تو تو اس والی کو مشقت میں ڈال اور جو شخص میری امت کے کام کا والی بنایا جائے پس وہ ان کے ساتھ نرمی کرے تو تو اس والی کے ساتھ نرمی کر۔

Marfat.com

مندرجہ بالا سطور سے واضح ہوتا ہے کہ آپؐ نے جو عظیم انقلاب برپا کیا اس کے پیچھے حد درجے کا جذبہ اخلاص اور جذبہ دلسوزی وغمگساری پنہاں تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے اساتذہ کو چاہیے کہ وہ بچوں کی تعلیم محض معلومات کی منتقلی تک محدود نہ رکھیں بلکہ پوری دلسوزی اور غمگساری کے ساتھ ان کی تربیت کریں۔

حوصلہ افزائی:

تعلیم وتربیت کا ایک اہم اصول طلبہ کی حوصلہ افزائی ہے، طلبہ کو بات بات پر جھڑکنا' ان کے کام کو نہ سراہنا اور ان کی حوصلہ افزائی نہ کرنا کلاس میں بے چینی اور بددلی پیدا کر دیتا ہے۔ اگر طلبہ کے کام اور ان کی کارکردگی کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے تو ان کے کام کی رفتار رک جاتی ہے اور وہ خوشی کے ساتھ کام کرنے کے بجائے بے دلی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ آپؐ بچوں (طلبہ) کا کس قدر خیال رکھتے تھے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب کبھی آپؐ کے پاس کوئی پھل وغیرہ آتا تو آپؐ پہلے بچوں (طلبہ) میں تقسیم فرماتے تھے اور بعد میں بڑوں کو دیتے تھے۔ اس طرح بچوں کی حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔

آپؐ کے شاگرد رشید حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں:

ان النبی ﷺ کان اذا اتی باول مایدور من الفاکھة یعطیہ لمن یکون فی المجلس من الصبیان.(42)

Marfat.com

نبیؐ کے پاس جب کبھی (کوئی) پھل وغیرہ آتا تو آپؐ
(مجلس میں تقسیم کرنے کی غرض سے) سب سے پہلے بچوں
میں تقسیم کرتے تھے۔

کبھی کبھی یہ دلچسپ واقعہ بھی پیش آتا تھا کہ بچے بعض باتوں پر اڑ جاتے تھے' ایسے موقع پر آپؐ ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے بجائے انہیں کچھ نہ کہتے تھے اور ان کی بات مان لیتے تھے۔ یہ بات بھی بچوں کی حوصلہ افزائی کا باعث بن جاتی تھی۔

امام بخاری نے ایک ایسے ہی واقعہ کو یوں قلم بند کیا ہے:

ان رسول اللہ ﷺ اتی بشراب فشرب منہ و عن یمینہ غلام و عن یسارہ اشیاخ ' فقال رسول اللہ ﷺ للغلام: اتاذن لی ان اعطی ھاولاء ھذہ ھی ملاطفۃ ' فقال الغلام : بلا واللہ! لا اوثر بنصیبی منک احداً ' فتلہ رسول اللہ ﷺ فی یدہ (ای وضعہ فی یدہ) و ھذا الغلام ھو عبد اللہ بن عباسؓ۔ (43)

رسول اللہ کے ہاں ایک مرتبہ مشروب آیا' آپؐ نے اس میں سے کچھ پیا۔ آپؐ کے دائیں ہاتھ ایک لڑکا اور بائیں ہاتھ بزرگ لوگ بیٹھے تھے۔ آپؐ نے اس لڑکے سے کہا: کیا تو مجھے اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ میں یہ مشروب ان لوگوں (بزرگوں) کو دیدوں؟ دراصل یہ

Marfat.com

آپؐ کی شفقت و محبت تھی ۔ (ورنہ آپ کو اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی) اس لڑکے نے کہا: نہیں خدا کی قسم! آپؐ کی طرف سے ملنے والا حصہ میں کبھی نہیں دے سکتا - اس پر آپؐ نے وہ مشروب اس لڑکے کو دے دیا - یاد رہے یہ لڑکا عبداللہ بن عباسؓ تھا -

اس واقعے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپؐ بچوں پر کس قدر شفیق تھے اور ان کی کس قدر حوصلہ افزائی فرماتے تھے؟

بلیغ انداز تنبیہ:

کلاس میں کسی طالب علم کو براہ راست اس کی کسی غلطی پر جھڑکنا، ٹوکنا یا تنبیہ کرنا طالب علم کو احساس کمتری میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس کی شخصیت کو مجروح کر دیتا ہے ۔

معلم انسانیتؐ نے کسی طالب علم کا نام لے کر اسے کبھی نہیں ٹوکا، کبھی آپؐ نے کسی خاص فرد کو تنبیہ نہیں کی - آپؐ کسی غلطی کی نشاندہی عمومی طور پر فرماتے تھے - حضرت عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہیں:

كان النبي ﷺ اذ بلغه عن رجل لم يقل، قال فلان ' ولكن يقول ما بال اقوام يفعلون كذا و كذا . (44)

کہ اگر نبی ﷺ کے پاس کسی شخص کے بارے میں کوئی شکایت موصول ہوتی تو آپؐ یہ نہیں فرماتے تھے کہ فلاں شخص نے ایسا اور ایسا کیا بلکہ آپؐ فرماتے: لوگوں کو کیا

ہو گیا ہے کہ وہ ایسا اور ایسا کرتے ہیں؟

ایک موقع پر آپؐ نے قبیلہ اشعر کے لوگوں کو سخت تنبیہ کی مگر آپؐ نے ان کا نام نہیں لیا، صرف اتنا کہا:

ما بال اقوام لا یفقھون جیرانھم ولا یعلمونھم ولا یفطنونھم . الخ .(45) لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنے ہمسائیوں میں دین کی سمجھ بوجھ پیدا نہیں کرتے، انہیں تعلیم نہیں دیتے اور انہیں وعظ و نصیحت نہیں کرتے ......

معلوم سے نا معلوم کی طرف:

تعلیم کا ایک اہم اصول معلوم سے نا معلوم کی طرف جانا ہے یعنی طلبہ کو ٹھوس اشیاء کی مدد سے مجرد تصورات ذہن نشین کرائے جائیں - آنحضور ﷺ نے تعلیم و تدریس میں جہاں دیگر نفسیاتی اصولوں کو پیش نظر رکھا وہیں اس اصول کو بھی استعمال فرمایا - آپؐ کے پاس ایک اعرابی (ان پڑھ دیہاتی) آیا جو نسب کے بارے میں آپؐ سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا - کیونکہ اس کے اپنے رنگ کے برعکس اس کے بیٹے کا رنگ کالا تھا جس کی وجہ سے اسے اپنے نسب میں شک تھا - اس نے نہایت حسرت کے انداز میں آپؐ سے سوال کیا:

یا رسول اللہ ان لی غلام اسود ' قال ﷺ فھل لک من ابل ؟ قال :نعم ' قال ﷺ ما الوانھا ؟ قال حمر ،قال ﷺ فھل لک فیھا من اورق ؟یعنی رمادی اللونِ ،قال: نعم ' قال ﷺ فانیٰ

Marfat.com

ذالک؟ قال الرجل: لعلہ نزعہ عرق، قال ﷺ : فلعل ابنک ھذا انزعہ عرق۔ (46)

یعنی اے اللہ کے رسولؐ! میرا بیٹا کالا پیدا ہوا ہے (جبکہ میرا رنگ کالا نہیں ہے) آپؐ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ کہنے لگا ہاں، آپؐ نے پوچھا ان کے رنگ کیسے ہیں؟ کہنے لگا سرخ، آپؐ نے مزید پوچھا کیا ان میں کوئی سرمئی رنگ کا بھی ہے؟ کہنے لگا ہاں، تو آپؐ نے فرمایا وہ کیسے آ گیا؟ اس نے جواب دیا:

ہوسکتا ہے پسینے کی وجہ سے اس کی ماہیت بدل گئی ہو اور اس کا رنگ ایسا نکل آیا ہو۔ آپؐ نے فرمایا: ہو سکتا ہے تمہارے بیٹے کی بھی ایسی ہی حالت ہوگئی ہو۔

اس تمثیل کے ذریعے آپؐ نے اعرابی کو اونٹ (مقرون) کی وساطت سے حسب ونسب کا تصور سمجھانے کی کوشش فرمائی۔ اونٹ اس اعرابی کے لیے دیکھے بھالے تھے' وہ روزانہ ان کا مشاہدہ کرتا تھا۔ آپؐ نے اس کے اسی مشاہدے کو بنیاد بنا کر ایک اہم اصول اخذ فرمایا۔

اسی طرح ایک اور موقع پر آپؐ نے توبہ و استغفار کی اہمیت وفضیلت بیان فرمائی مگر مندرجہ اصول کو سامنے رکھتے ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا:

بندہ گناہ کے بعد معافی مانگنے کے لیے اللہ کی طرف پلٹتا ہے تو اللہ اپنے بندے کے پلٹنے پر اس شخص کے مقابلے میں زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے اپنی اونٹنی جس پر اس کی

زندگی کا انحصار تھا کسی بیابان میں کھو دی، پھر اچانک اس
نے اسے پالیا تو وہ اپنی اونٹنی کو پا کر جتنا خوش ہوتا ہے اس
کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا - ایسے ہی آدمی کی توبہ سے اللہ
خوش ہوتا ہے بلکہ اللہ کی خوشی اس کے مقابلے میں بڑھی
ہوئی ہوتی ہے کیونکہ اللہ رحم و کرم کا سرچشمہ ہے - (47)

آسان اور سہل انداز:

معلم انسانیتؐ نے اپنے طلباءؓ (صحابہ) کی تعلیم و تربیت کے لیے فلسفیانہ یا پیچیدہ انداز اختیار نہیں کیا بلکہ انتہائی سادہ اور سہل انداز اختیار فرمایا جسے ایک عام بدوی بھی آسانی سے سمجھ سکتا تھا - سیرت کے ریکارڈ کا مطالعہ کرنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کس انداز میں اپنی بات مخاطب تک پہنچاتے تھے -

آپؐ کے طرز تعلم اور طرزِ تخاطب کی یہی وہ خوبی تھی جس نے عرب کے بدوؤں اور ان پڑھ دیہاتیوں کو آپؐ کا گرویدہ بنا دیا -

اگر آپؐ کا طرزِ تعلم مشکل اور پیچیدہ ہوتا تو یقیناً ایک کثیر تعداد آپؐ کی تعلیمات سے استفادہ نہ کر سکتی -

عرب کے شعراء، خطباء اور ادباء اپنی عبارت آرائی اور مشکل پسندی پر اتراتے تھے - ان کی مقفع و مسجع عبارات ان کی عربی دانی کا ثبوت تھیں مگر آپؐ کے سادہ اور آسان طرز بیان نے ان کے طلسم کو توڑ دیا - ان لوگوں کی تصنع اور بناوٹ پر مبنی عبارات اور گفتگوئیں دھری کی دھری رہ گئیں اور معلم انسانیتؐ کے خطبات و عبارات زبان زدِ عام ہو گئیں - آپؐ نے

Marfat.com

اپنے ساتھیوں کو دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں جو ہدایات فرمائیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ وہ لوگوں کے لیے آسان اور سہل انداز اختیار کریں۔ لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کریں اور مشکل اور پیچیدہ اندازِ تکلم اختیار کر کے لوگوں کو دین حنیف سے متنفر و بے زار نہ کریں۔ آپؐ کے خادم خاص حضرت انسؓ کی روایت کے مطابق آپؐ نے فرمایا:

علموا ویسروا ولاتعسروا وبشروا ولا تنفروا۔(48)

لوگوں کو تعلیم دو، ان کے لیے آسانیاں پیدا کرو، مشکلات پیدا نہ کرو۔ انہیں خوشخبریاں دو اور متنفر نہ کرو۔

اسی طرح جب آپؐ نے حضرت معاذؓ اور ایک دوسرے صحابیؓ کو یمن میں قاضی و معلم بنا کر بھیجا تو باقاعدہ یہ ہدایت فرمائی۔

یسرا ولا تعسرا بشرا ولا تنفرا۔(48-a)

لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنا اور مشکل انداز اختیار نہ کرنا، انہیں خوشخبریاں دینا اور متنفر نہ کرنا۔

ایک اور ارشاد کے مطابق آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

انما بعثتم مبشرین ولم تبعثوا معسرین۔(49)

تم لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کے لیے مبعوث کیے گئے ہو نہ کہ مشکلات پیدا کرنے کے لیے۔

ایک اور ارشاد میں آپؐ نے فرمایا:

علموا ولا تعنفوا فان العلم خیر من العنف۔(50)

لوگوں کو تعلیم دو اور مشکلات/سختی پیدا نہ کرو کیونکہ علم سختی پیدا کرنے

Marfat.com

سے بہتر ہے۔

یہ ارشادات اساتذہ اور معلمین کے لیے واضح راہنمائی دیتے ہیں کہ وہ طلباء کے سامنے مشکل، پیچیدہ اور لچھے دار گفتگو کی بجائے انتہائی آسان اور سہل انداز اختیار کریں جو بچوں کی سمجھ بوجھ کے مطابق ہو۔

دل لگی - ہلکا پھلکا انداز:

آپؐ مذہبی شخصیتوں کی طرح خشک قسم کے انسان نہیں تھے کہ ہر وقت ماتھے پر تیوری چڑھی ہوئی ہو۔ سنجیدگی کے باعث لوگ قریب نہ پھٹک سکتے ہوں بلکہ انتہائی خوش گو، کھلے ماتھے کے حامل اور لوگوں کے ساتھ گھل مل جانے والے انسان تھے۔ آپؐ کے ہونٹوں پر ہر وقت تبسم رقصاں رہتا تھا۔ آپؐ کا کھلکھلاتا ہوا چہرہ اور چمکتا ہوا ماتھا لوگوں کی قربت کا باعث بنتا تھا۔

آپؐ نے اپنے شاگردوں کے لیے جو طریقہ اختیار فرمایا اس میں خشکی اور سختی کے بجائے مزاح، خوش گوئی اور ہلکی پھلکی گفتگو کا عنصر غالب ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی مجلس میں تکان اور بوریت پیدا نہیں ہوتی تھی۔

لوگوں کے ساتھ آپؐ کی یہ ہلکی پھلکی باتیں اور مزاح سے بھرپور گفتگو سیرت کے صفحات میں پھیلی ہوئی ہے یہاں صرف چند واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ایک دفعہ آپؐ اپنے شاگردوں (صحابہؓ) کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ ایک بدو آیا اور بار برداری کے لیے آپؐ سے ایک اونٹ کا مطالبہ کیا۔ آپؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ''انی حاملک علیٰ ولد

Marfat.com

الناقة'' فقال الرجل: ''یا رسول الله! ما اصنع بولد الناقة؟ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ''فهل تلد الا بل الا النوق-(51)

میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دینے لگا ہوں، اس آدمی نے (پریشان ہوکر) کہا ''یا رسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کو لے کر کیا کروں گا''؟ آپؐ نے فرمایا، ''کیا اونٹ اونٹنی کا بچہ نہیں ہوتا''۔

اپنے احباب کے ساتھ بے تکلفی کے اور انداز بھی تھے یعنی کبھی کبھی اپنے ساتھیوں کے ناموں کو پکارتے مثلاً بعض اوقات حضرت ابوہریرہؓ کو اباھر کہہ کر پکارتے۔ حضرت عائشہؓ کو بھی عائش کہہ کر پکارتے۔ اپنے خادم خاص حضرت انسؓ کو ذاالاذنین (دوکانوں والا) کہہ کر پکارتے۔(52)

آپؐ کے خادم خاص اور ہم راز حضرت انسؓ آپؐ کی اسی خصوصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ان كان النبی صلی الله علیه وسلم لیخا لطنا حتی یقول لاخ لی صغیر یا اباعمیر مافعل النغیر-(53)

کہ نبیؐ ہم سے گھل مل جاتے تھے یہاں تک کہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا جسے (بے تکلفی سے) آپؐ فرماتے تھے ''یا اباعمیر، نغیر کو کیا ہوا؟''

(نغیر ایک پرندہ تھا جو اباعمیر نے پالا ہوا تھا اس پرندے سے انہیں بڑی محبت تھی، وہ مر گیا، اسی حوالے سے آپؐ اباعمیر کو چھیڑتے تھے)۔

اس قسم کے واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپؐ لوگوں کی نفسیات، ان کی دلچسپیوں اور ان کے ذہنی افق کو سامنے رکھ کر ان سے ہلکی پھلکی گفتگو

Marfat.com

فرماتے تھے- یہی وہ آپؐ کا انداز تھا جس کی وجہ سے لوگ آپؐ کے گرویدہ تھے- اساتذہ اور معلمین کے لیے یہ واقعات نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں کہ وہ بچوں کے درمیان ایک سخت گیر یا انتہائی سنجیدہ اور خشک انسان کی طرح نہ رہیں بلکہ ملائم الطبع، متبسم اور پرمزاح شخصیت کے طور پر رہیں تاکہ بچے ان کے اردگرد رہ کر سیکھ سکیں-

ضرب الامثال اور تشبیہات و استعارات کا استعمال:

معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتی، تعلیمی اور تدریسی زبان محض سادگی کا نمونہ ہی نہیں تھی بلکہ آپؐ نے اپنی زبان کو خوبصورت اور پرتاثیر بنانے کے لیے تشبیہات، استعارات، تمثیلات اور ضرب الامثال سے مزین فرمایا-

آپؐ افصح العرب تھے، آپؐ جوامع الکلم کے حامل تھے- جب آپؐ کے ساتھی آپؐ کی بلیغ اور استعاراتی گفتگو سنتے تو حیران رہ جاتے- ایک ایسے ہی موقع پر ایک مرتبہ آپؐ کے رفیق اور دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا:

یارسول اللہ! ''میں عرب میں گھوما پھرا ہوں، فصحائے عرب کا کلام سنا ہے لیکن آپؐ سے بڑھ کر کلام فصیح کسی اور سے نہیں سنا''۔ آپؐ نے فرمایا:

ادبنی ربی و نشأت فی بنی سعد -(54)

''کہ میری لسانی تربیت میرے رب نے خود فرمائی ہے نیز میں نے بنی سعد کی فصاحت آموز فضا میں پرورش پائی ہے''-

آپؐ نے اپنے بارے میں خود ارشاد فرمایا: انا افصح العرب کہ میں افصح العرب ہوں یعنی فصیح ترین زبان بولتا ہوں- ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا:

''اعطیت جوامع الکلم'' مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں-(55)

Marfat.com

آپؐ کی یہ تشبیہات و مثالیں انتہائی سادہ، عام فہم اور بلاغت سے بھرپور ہیں اور عربی زبان و ادب میں ان کا نمایاں مقام ہے۔

چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

مثل المومن کمثل النخلة لاتأكل الاطيّب و لا تضع الاطيب (56)

مومن کی مثال شہد کی مکھی کی طرح ہے جو کچھ نہیں کھاتی (چوستی) مگر طیب (پاکیزہ) چیز اور کچھ نہیں دیتی مگر طیب (پاکیزہ) چیز۔ یعنی وہ پھولوں کا رس چوستی ہے اور شہد تیار کرتی ہے۔

ایک دوسری مثال ملاحظہ ہو۔

مثل المومن كمثل النخلة ما اخذت منهالنفعک . (57)

مومن کی مثال کھجور (کے درخت) کی طرح ہے کہ تم اس درخت میں سے جو چیز بھی لوگے تمہیں نفع ہی پہنچائے گی۔ یعنی اس کی کھجوریں، اس کے پتے اور ٹہنیاں اور تنا وغیرہ۔ یہ سب کارآمد چیزیں ہیں۔

تیسری مثال آپؐ نے یوں بیان فرمائی۔

المومن كا البنيان يشد بعضه بعضاً ۔ (58)

مسلمان (مسلمان کے لیے) عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو قوت پہنچاتا ہے۔ یعنی جس طرح ایک عمارت کی ہر اینٹ (یا ہر حصہ) دوسری اینٹ سے جڑی ہوئی ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے لیے تقویت کا باعث ہوتی ہے اسی طرح ہر مومن اپنی جگہ پر اینٹ کی حیثیت رکھتا ہے جسے اسلام کے رشتے نے باہم جوڑ رکھا ہے۔ مومنین کے درمیان محبت و

Marfat.com

الفت کے رشتے کو آپؐ نے ایک اور مثال کے ذریعے یوں بیان فرمایا:

مثل المومنین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکیٰ عضو تداعیٰ لہ سائر الجسد بالسھر والحمیٰ-(59)

کہ تو مومنوں کو آپس میں رحم کرنے، محبت کرنے اور ایک دوسرے کی طرف جھکنے میں ایسا دیکھے گا جیسا کہ جسم کہ اگر جسم کا ایک حصہ (جزو) بیماری وغیرہ میں مبتلا ہوتا ہے تو جسم کے بقیہ اجزاء بے خوابی اور بخار کے ساتھ اس کا ساتھ دیتے ہیں- یہ ایک بہت خوبصورت، جامع اور بلیغ تشبیہ ہے- ایسا نہیں ہوسکتا کہ انسان کی آنکھ میں درد ہو تو انسان اسے محسوس نہ کرے- آنکھ، دانت اور سر کا درد پورے انسانی جسم کو ساری رات جگائے رکھتا ہے- اسی طرح تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں اگر کسی مسلمان کو کسی قسم کی تکلیف ہو تو دوسرے مسلمانوں کو بھی وہ تکلیف محسوس ہونی چاہیے-

آپؐ کی پیش کردہ ضرب الامثالوں کے چند نمونے یہ ہیں:

المجالس بالامانة- مجالس کے لیے امانت (رازداری) لازم ہے-

کل ذی نعمة محسوداً- ہر نعمت پانے والے سے حسد کیا جاتا ہے-

الحرب خدعة- جنگ دھوکہ (چال) ہے-

اس قسم کی سینکڑوں ضرب الامثال ذخیرہ احادیث میں بکھری پڑی ہیں-

طلباء کی تخلیقی صلاحیتوں کو بیدار کرنا:

تعلیم وتعلم میں اس بات کو خاص اہمیت حاصل ہے کہ طلباء کے دماغ میں صرف معلومات نہ انڈیلی جائیں اور انہیں صرف رٹے پر مجبور نہ کیا جائے

Marfat.com

بلکہ ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو بیدار کیا جائے، ان کے اندر تجسس اور جستجو کا مادہ پیدا کیا جائے۔

معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں دیگر طریقہ ہائے تدریس استعمال فرمائے وہاں اس طریقہ کو بھی پیش نظر رکھا۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا:

ان من الشجر شجرہ لا یقدا ورقھا وھی مثل المسلم، حدثونی ماھی؟(60)

کہ ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ مسلمان کی مانند ہے۔ بتاؤ وہ کونسا درخت ہے؟ اس پر لوگ اپنے دل میں مختلف درختوں کے بارے میں سوچنے لگے۔ عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے مگر مجھے بتانے میں جھجک محسوس ہوئی۔ (کہ ایک بچہ بزرگوں کی موجودگی میں جواب دے رہا ہے) لوگوں نے آنحضورؐ سے عرض کیا: یارسول اللہ! آپؐ خود ہی بتا دیجیے کہ وہ کون سا درخت ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ھی النخلۃ. وہ کھجور کا درخت ہے۔

اشاروں کے ذریعے بات سمجھانا:

آپؐ اپنی بات میں وزن پیدا کرنے اور اسے مؤثر بنانے کے لیے بعض اوقات اپنے ہاتھوں سے اشارے فرماتے تھے جس سے مخاطب کو بات سمجھنے میں آسانی ہوتی تھی۔

المومن کا البنیان یشد بعضہ بعضاً

ثم شبک بین اصابعہ۔(61)

Marfat.com

مسلمان مسلمان کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو قوت پہنچا تا ہے- پھر آپؐ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کر کے بتایا-

ایک مرتبہ آپؐ نے قرب قیامت کا ذکر کرتے ہوئے اپنی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے والی انگلی ایک دوسرے کے ساتھ ملاتے ہوئے فرمایا: انا وکافل الیتیم کھاتین فی الجنۃ -(61-a)

کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے (یعنی جس طرح دو انگلیاں)- دونوں انگلیوں میں بہت کم فاصلہ ہے یا دونوں انگلیوں کی طوالت میں بہت کم فاصلہ ہے، اس طرح میری آمد اور قیامت کی آمد میں کم فاصلہ ہے-

لکیروں/نقشوں کے ذریعے وضاحت کرنا:

آنحضورؐ کے زمانے میں باقاعدہ کلاس رومز یا تختہ سیاہ نہیں ہوتے تھے- آپؐ زمین پر بچھی ہوئی ریت کو بطور تختہ سیاہ استعمال کرتے تھے اور صحابہؓ کو مختلف اشکال وخطوط کے ذریعے سمجھاتے تھے-

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کنا جلوساً عندالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فخط بیدہ فی الارض خطا ھکذا فقال: ھذا سبیل اللہ وخط خطین عن یمینہ وخطین عن شمالہ وقال ھذہ سبیل الشیطان، ثم وضع یدہ فی الخط الاوسط ثم تلا وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذالکم وصاکم بہ لعلکم تتقون -(62)

Marfat.com

کہ ہم نبیؐ کے پاس (بغرض تعلیم) بیٹھے تھے- آپؐ نے (ہمیں سمجھانے کے لیے) اپنے ہاتھ سے اس طرح زمین پر ایک خط (لکیر) کھینچا اور فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے۔ (اس کے بعد) آپؐ نے دو خطوط دائیں اور دو خطوط بائیں جانب کھینچے اور فرمایا یہ شیطان کے راستے ہیں۔ پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ درمیان والے خط پر رکھا اور (مندرجہ بالا) آیت تلاوت فرمائی-

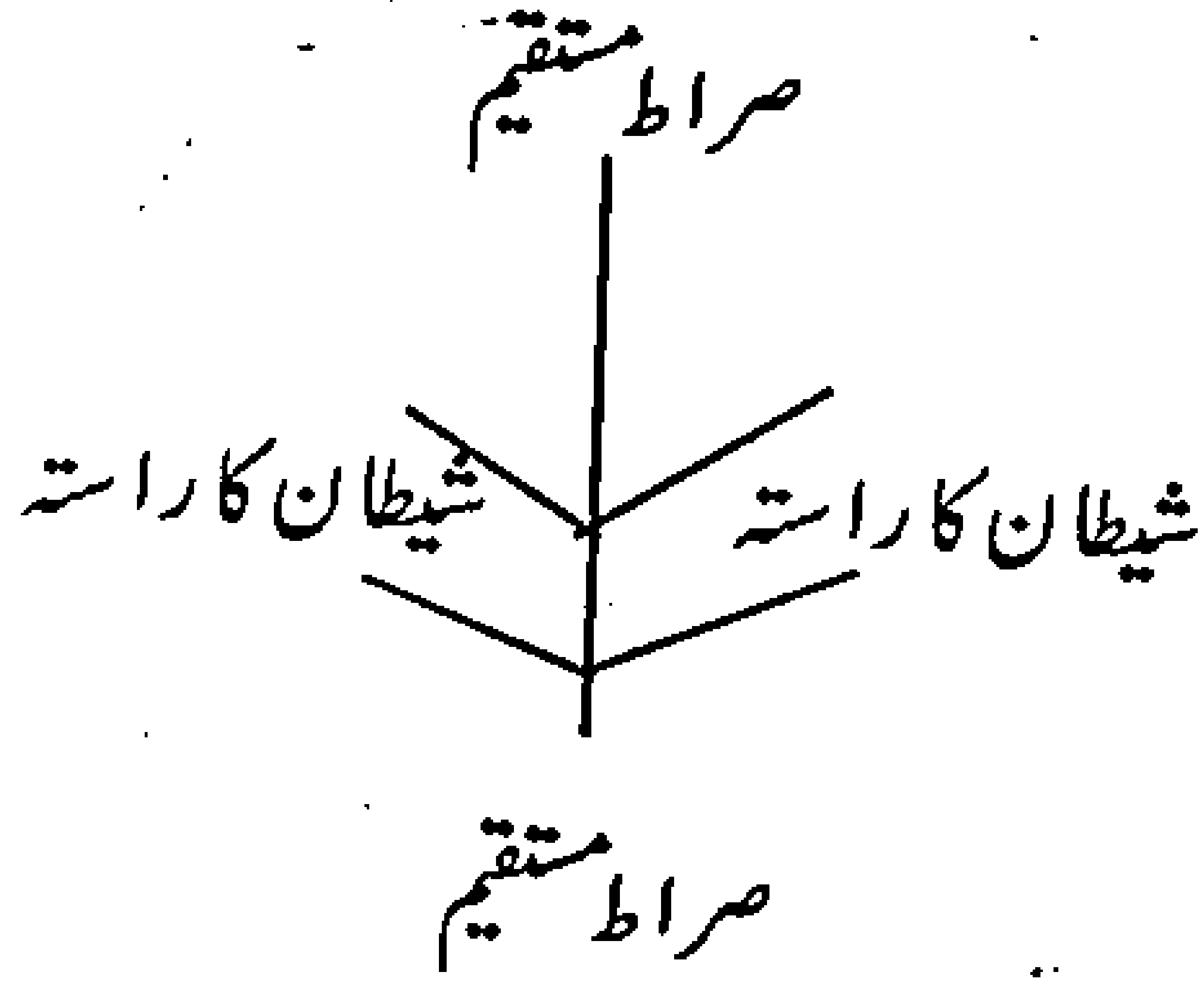

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے- خط لنا رسول الله صلی الله علیه وسلم خطاً مربعاً وخط خطاً خارجاً منها و خط خطوطاً صغاراً الی هذا الذی فی الوسط من جانبه الذی فی الوسط فقال: هذا الانسان وهذا اجله محیط به و هذا الذی خارج (الی عن الخط) امله وهذه الخطوط الصغار والاعراض هی الحوادث والنوائب المناجئة، فان اخطأ هذا نهشة هكذا، وان اخطأ هذا نهشة هذا و ان اخطأ كلها اصابه الهرم-(63)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کہتے ہیں: آنحضورؐ نے ہمیں سمجھانے کے لیے مربع (شکل کی) لکیر کھینچی، پھر اس کے باہر لکیر کھینچی اور درمیان میں چھوٹی

چھوٹی لکیریں کھینچیں، پھر فرمایا: یہ (درمیان میں) انسان ہے، یہ (اس کے باہر) اس کی موت ہے جس نے اس کا (انسان کا) احاطہ کیا ہوا ہے، اور یہ (مربع کے باہر) والی لکیر انسان کی خواہش ہے اور یہ (مربع کے اندر) چھوٹے چھوٹے خطوط (لکیریں) انسان کے وہ حادثات و آفات ہیں جو اچانک پیش آتے ہیں- اگر انسان ایک آفت سے بچ جاتا ہے تو دوسری کا شکار ہو جاتا ہے اور اگر اس سے بچ جائے تو تیسری کا اور اگر اس سے بھی بچ جائے تو بڑھاپا اس کو پکڑ لیتا ہے-

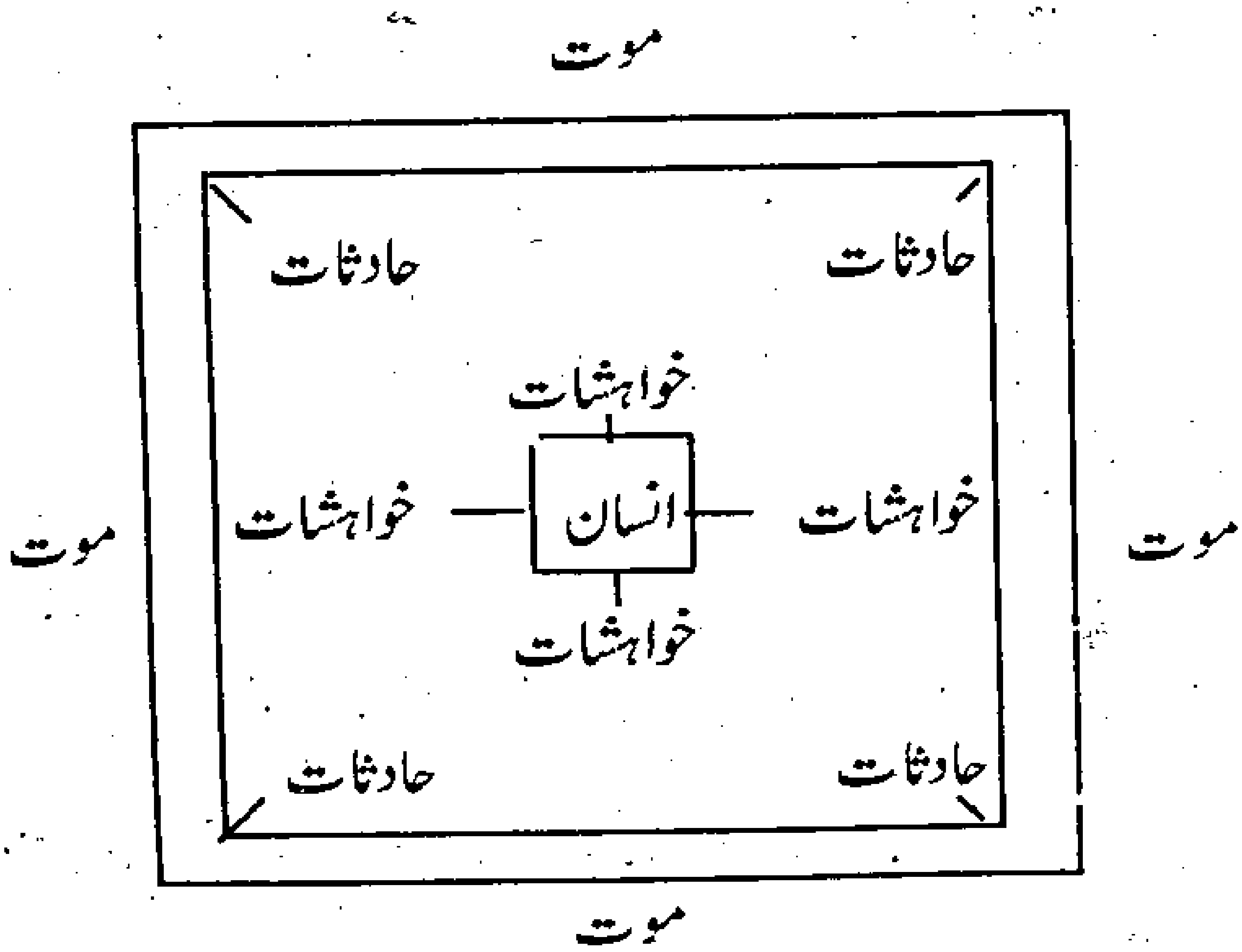

Marfat.com

آنحضور ﷺ کی تدریسی حکمت عملی

(مصنف کا یہ مضمون اسلامک ایجوکیشن کے مجلے ''اسلامک ایجوکیشن'' میں شائع ہو چکا ہے)

غالباً یہ خواہش ہر انسان میں فطرتاً موجود ہے کہ وہ اپنے خیالات دوسروں تک پہنچائے اور انہیں اپنے نقطہ نظر سے روشناس کرائے۔ تاہم ہر شخص کے بات کرنے کا ڈھنگ، اسلوب بیان اور طریقہ گفتگو مختلف ہوگا، پھر اسی حوالے سے تاثیر میں بھی فرق واقع ہوگا۔

عمدہ خیالات کے پھیلاؤ میں پھسپھسا اسلوب بیان رکاوٹ بن سکتا ہے۔ جبکہ خیالات اگر موزوں الفاظ اور عمدہ اسلوب کا روپ دھارلیں تو مخاطب کو زیر کرنا مشکل کام نہیں ہے۔ انسانی قلوب واذہان میں تاثیر پیدا کرنے اور ان میں اپنی بات اتارنے کیلئے جہاں عمدہ خیال کا ہونا ضروری ہے، وہیں الفاظ وتراکیب کی موزونیت اور بہترین اسالیب بیان کی افادیت بھی مسلمہ ہے۔ اسی لیے قرآن میں کہا گیا ہے:

> ومن احسن قولا ممن دعاالی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین. (64) اور اس سے بڑھ کر کس کی بات خوبصورت ہوگی جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور عمل صالح کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مسلمانوں سے ہوں۔

یہاں دعوت الی اللہ کو احسن قول قرار دیا گیا ہے۔

Marfat.com

انسان محض قوت استدلال اور زور بیان ہی سے قائل نہیں ہوتا بلکہ اس کے مرکز جذبات (دل) کو احسن کلام اور تاثیر کلام سے بدلا جا سکتا ہے۔ خود قرآن اور صاحب قرآن کا داعیانہ اسلوب اس پر گواہ ہے۔ ایک خطیب، مقرر اور مدرس کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنی بات اس خوبصورتی اور حسین انداز میں بیان کرے اور اس کا پیرایہ بیان اتنا دلچسپ ہو کہ مخاطب کے جذبات میں ہلچل مچاتا ہوا اس کی فکر ونگاہ کو بدل دے اور اس کے عمل کی دنیا میں انقلاب پیدا کر دے۔ استاد کا کام محض سپاٹ انداز میں ایک ٹیپ ریکارڈر کی طرح مسلسل اور رواں رواں تقریر کرنا نہیں بلکہ اس کے خیالات ایسے الفاظ کا جامہ پہن لیں، اس کی گفتگو ایسے اسالیب کا روپ دھار لے جو طالب علم کی دنیائے فکر وعمل کو بدلتے چلے جائیں اور اس کی قوتوں کو تسخیر کرتے چلے جائیں۔ استاد کے خیالات اس ندی کی مانند ہوں جو بہر حال اپنا راستہ خود بناتی چلی جائے اور کارزار حیات کے نشیب وفراز سے پیام زندگی کا درس دیتی ہوئی اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ گویا

وہ جوئے کہستاں اچکتی ہوئی — اٹکتی، لچکتی، سرکتی ہوئی
اچھلتی، پھسلتی، سنبھلتی ہوئی — بڑے پیچ کھا کر نکلتی ہوئی
رکے جب تو سل چیرتی ہے یہ — پہاڑوں کے دل چیرتی ہے یہ
ذرا دیکھ اے ساقی لالہ فام — سناتی ہے یہ زندگی کا پیام

تدریس کیا معلومات کی منتقلی کا نام ہے؟ کچھ خیالات دوسروں تک منتقل کرنا ہی تدریس ہے۔ محض نصابیات طلبہ تک پہنچانا ہی تدریس کہلاتا ہے یا اس میں انسانی احساس وجذبے، انسانی رویے اور طرز عمل اور اسالیب

Marfat.com

زبان و بیان کی کارفرمائی بھی شامل ہے؟ یقیناً تدریس جہاں ایک طرف نصابی معلومات کی منتقلی کا نام ہے وہیں استاد کا رویہ، اس کا طرز عمل، اس کی دلچسپی، اس کا سوز و گداز، اس کا پیرایہ بیان بھی لازمہ تدریس ہیں۔

تدریس محض الفاظ کا تانا بانا نہیں ہے۔ یہ تو ایک سرگرمی اور ترغیب کا نام ہے جو طلبہ کو کام اور عمل پر ابھارتی ہے۔ جو تدریس طلبہ کے اندر امنگ اور اسپرٹ پیدا نہیں کرتی، ان کے اندر کام کرنے کا داعیہ پیدا نہیں کرتی، وہ تدریس نہیں ہے۔ تدریس تو طلبہ کے اندر عزم، جذبہ اور تخلیقی عمل پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ تدریس طلبہ کے اندر تحرک کا موجب بنتی ہے۔ یہی تحرک انہیں تعلیمی زندگی میں زندہ و بیدار رکھتا ہے۔ عمل تدریس مشینی انداز میں پڑھانے اور ساکت و جامد مضمون پر علم کی لیپا پوتی کرنے سے بلندتر کام کا نام ہے۔

Gilbart Higher نے بہت خوبصورت بات لکھی ہے۔ اپنی کتاب The art of Teaching میں وہ کہتا ہے۔

"Scientific teaching even of a scientific subject, will be into inadequate as long as both teachers and pupils are human beings. Teaching is not inducing a mechinical action. It is more like painting picture or making a piece of music or lower level like planting a garden or writing a friendly letter"(65)

تدریس کے میدان میں جب ہم الہامی ادب کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں تو الکتاب تدریسی حکمت عملی، مختلف تدریسی اصول، اسالیب بیان اور طریقہ ہائے تدریس کا گرانقدر سرمایہ ہمارے سامنے رکھ دیتی ہے اور اسوہ

Marfat.com

نبویؐ میں یہ جواہر ریزے اور موتیوں کی مالائیں راہ نوردشوق کیلئے جلوہ افشانیوں کا ساماں مہیا کرتی نظر آتی ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی مرد زیرک اس بحر میں لولوئے لالہ کی غواصی کے لئے کمر ہمت کس لے۔

قرآن نے جو سب سے پہلی بات ہمارے سامنے رکھی ہے وہ یہ ہے کہ بات موزوں ومتناسب ہو۔ پیرایہ بیاں حسیں ہو، اسلوب بیان حسن کا رنگ لئے ہوئے ہو۔وقولوا للناس حسنا . (66) پھر یہ حسن سے مزین بات قول لین کی تصویر ہو۔نرمی وملائمت اس کا طرہ امتیاز ہو، بانگ اسرافیل کے بجائے نغمہ جبرئیل ہو۔سنگ ریزے اور رنو کیلے پتھر نہ ہوں کہ دعوت کی طرف بڑھنے والے قدموں کو زخمی کردیں بلکہ نرم ونازک پھول کی پتیاں ہوں جو پاؤں کے تلووں کے لئے نرم وگداز فرش کا کام دیں۔بات اتنی سخت نہ ہو کہ کانوں کے پردوں کو چھید دے۔اتنی نرم وملائم ہو کہ کانوں میں رس گھول دے۔گفتگو میں کوے کی بھدی آواز کی بجائے بلبل کی نغمگی ہو۔

قرآن نے بڑے بلیغ انداز میں اشارہ کیا ہے:وقولا لہ قولا لینا . (67) اے موسیٰ وہارونؑ! فرعون کے سامنے قول لین (نرمی سے) سے بات کرنا۔

اسلام کے فلسفہ تدریس کے مطابق ''قول لین'' کے ساتھ ساتھ استاد کا رویہ سخت ودرشت نہ ہو بلکہ نرم وملائم ہو۔سخت رویے اور طرز عمل استاد کو بچوں سے دور کردیتے ہیں جبکہ نرم رویے استاد کے مئے خانہ علم کو پرہجوم بنادیتے ہیں اور کہنے والا کہہ اٹھتا ہے ۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں فقط یہ بات کہ پیر مغاں مرد خلیق

Marfat.com

تدریس میں استاد کی شفقت و محبت اور نرم خوئی و نرم مزاجی عنقا ہو تو مادی قربتیں روحانی فاصلوں کا روپ دھار لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ اور اس کے شاگردوں کی روحانی قربتوں کو رحمت قرار دیا۔ یہ رحمت نہ ہوتی تو یہ قربتیں فاصلوں میں بدل جاتیں۔ قرآن کہتا ہے:

فبما رحمت من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك. (68) یہ اللہ کی (طرف سے) رحمت ہے کہ (اے محمدؐ) تم نرم ہو۔ اگر تم تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمھارے اردگرد سے چھٹ جاتے۔

یہ وہ تدریس کی خوبی تھی جس نے عمرؓ جیسے سخت دل انسان کو آپؐ کا گرویدہ بنا دیا اور یہی وہ نرم خویانہ رویہ تھا جس نے اکھڑ عربوں کو دیوانہ بنا دیا۔

آپؐ نے اس اسلوب تدریس کی ترغیب و اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ ''کیا میں تمھیں اس شخص کی خبر نہ دوں جو دوزخ کیلئے حرام ہے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے؟'' كل هين لين قرب سهل. (69) (ہر ایسے شخص پر (آگ حرام ہے) جو مزاج کا تیز نہ ہو، نرم خو ہو، لوگوں سے قربت رکھنے والا اور آسان ہو۔ (پیچیدہ انسان نہ ہو)

آپؐ کا اسوۂ تدریس نرم خوئی اور نرم مزاجی کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ آپؐ کی گفتگو نرم، سادہ، واضح اور فصیح ہوتی تھی، ثقیل، گنجلک اور چیستاں نہیں ہوتی تھی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: كان كلامه كلاما فصلا يفهم كل من

Marfat.com

یسمعہ ۔(70) کہ آپؐ کی گفتگو نہایت واضح ہوتی تھی اور جو کوئی بھی آپؐ کی گفتگو سنتا سمجھ لیتا۔ (جبکہ اسی دور میں مقفع و مسجع گفتگو کا رواج عام تھا) آپؐ نے پیچیدہ مسائل و فلسفے انتہائی سادہ انداز میں بیان فرمائے ورنہ عرب کے عام بدو آپ کی باتیں کیسے سمجھتے ؟

حقیقت یہ ہے کہ تدریس متعلم کے سر پر محض الفاظ کے ہتھوڑے چلانے کا نام نہیں ہے۔ یہ تو علم کی ایسی مالا ہے جس میں پیار و محبت کے موتی سلیقے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ یہ تو نرم و نازک پھولوں اور پتیوں سے ترتیب دیا ہوا گلدستہ ہے۔ تدریس نبوی کے گلستان میں یہ گلدستے جا بجا دعوت نظارہ دے رہے ہیں۔

تدریس نبویؐ کی ایک خوبی یہ تھی کہ آپؐ کی گفتگو مختصر اور جامع ہوتی تھی۔ طویل، تھکا دینے والی، بوریت کی حامل اور تنفر پیدا کرنے والی گفتگو سے آپؐ بے زار تھے۔ آپؐ نے دوسروں کو بھی یہی تلقین کی۔

یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا. (71) (لوگوں کیلئے) آسانیاں پیدا کرو، (انہیں) مشکلات میں ڈالنے سے بچو، انہیں خوشخبریاں سناؤ اور تنفر نہ کرو۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: (لوگوں کو) علم سکھاؤ، آسانیاں پیدا کرو اور مشکلات پیدا نہ کرو۔ یہ ہے وہ تدریس کے میدان میں اسوۂ نبوی جس کی روشنی میں ہم تدریسی حکمت عملی وضع کر سکتے ہیں۔

تدریس کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ مخاطب کی نفسیات، اس کے

مزاج، اس کی ذہنی استعداد اور اس کے معاشرتی پس منظر کو سامنے رکھ کر گفتگو کی جائے۔ ورنہ ہماری تدریس/گفتگو بے نتیجہ رہے گی۔ قرآن اور اسوۂ نبویؐ کی تعلیمی وتدریسی حکمت عملی میں اس اصول کی کارفرمائی بھی جابجا نظر آتی ہے۔ قرآن اور آپؐ کے مخاطب جہاں قریشی و ہاشمی تھے، سرداران قبائل تھے، ادباء وخطباء اور شعراء تھے وہاں انتہائی جاہل، سادہ اور غلام قسم کے لوگ بھی تھے۔ مگر قرآن اور اسوۂ نبویؐ کے طریقہ دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتدریس میں اتنی لچک اور گنجائش تھی اور نفسیات انسانی کا اتنا لحاظ رکھا گیا تھا کہ ہر طبقے اور ہر طرح کے لوگوں نے استفادہ کیا۔ بقول غالب:۔

کام یاروں کا بقدر لب و دنداں نکلا

آنحضور ﷺ کی تیار کردہ ٹیم کے ایک اہم رکن حضرت علیؓ نے کیا خوب کہا: کلم الناس قدر عقولهم. (72) لوگوں سے ان کی عقلوں (ذہنی استعداد) کے مطابق گفتگو کرو۔

تدریس کا ایک عملی مسئلہ یہ ہے کہ اگر تدریس کے دوران میں طلبہ غلطی کریں یا غلط راستے پر چل پڑیں تو کیا انہیں براہ راست غلطی پر ٹوکا جائے؟ ظاہر ہے ایسا کرنے سے ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچ سکتی ہے، وہ اپنی Insult محسوس کر سکتے ہیں۔ تو پھر کیا کیا جائے؟ آیئے اسوۂ نبویؐ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپؐ کے پاس کسی شخص کی شکایت پہنچتی تو آپؐ یہ نہیں کہتے تھے کہ فلاں (اس شخص کا نام لے کر یا اشارہ کر کے) کو کیا ہو گیا ہے۔ (کہ اس نے ایسا اور ایسا کیا) بلکہ آپؐ فرماتے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا کہتے ہیں/کرتے ہیں۔

كان النبي ﷺ اذ بلغه عن رجل لم يقل، قال فلان ' ولكن يقول ما بال اقوام يفعلون كذا وكذا -(73)

جہاں تک طلبہ کو ہر وقت کوسنے، طعنہ دینے، انہیں برا بھلا کہنے اور ڈانٹنے کا سوال ہے تو اس کا جواب بھی اسوۂ نبویؐ میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔

ليس كل امر كما يشتهي صاحبي ان يكون عليه ما قال فيها اف و ما قال لي لم فعلت هذا او انك فعلت هذا؟ (74)

حضرت انسؓ کہتے ہیں ''میں نے دس سال آنحضورؐ کی خدمت کی۔ اس وقت میں لڑکا (نابالغ) تھا۔ میرا ہر کام آنحضورؐ کی خواہش کے مطابق نہیں ہوتا تھا۔ (یعنی نوعمری کی وجہ سے بہت سی کوتاہیاں ہو جاتی تھیں) مگر آپؐ نے کبھی اف کر کے نہیں ڈانٹا اور نہ یہ کہا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا؟۔

یہ ہے وہ رویہ اور طرز عمل جس کے نتیجے میں ایسی نسل تیار ہوئی جس نے تاریخ کے دھارے کو بدل دیا۔

قرآن و اسوۂ نبویؐ کی تدریسی حکمت عملی سے یہ چند نمونے مشتے از خروارے تھے۔

سنائی کے ادب سے میں نے غواصی نہ کی ورنہ
ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولائے لالا!

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین، الہندی، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال (عن ابن عباس)

۲۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب العلم، (نیز الدیلمی فی مسند فردوس)

۳۔ ایضاً

۴۔ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین، الہندی، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال

۵۔ الفرقان: ۶۳

۶۔ ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب، التبریزی، مشکوۃ المصابیح

۷۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، شمائل ترمذی، باب کیف کان کلام رسول اللہ ﷺ

۸۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع الصحیح، باب المناقب، حدیث ۳۶۴۰

۹۔ ایضاً، شمائل ترمذی، باب کیف کان کلام رسول اللہ ﷺ

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ السجستانی، سلیمان بن الاشعث، السنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، حدیث نمبر ۱۱۰۷

۱۲۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع الصحیح، کتاب الجمعہ، حدیث نمبر ۵۰۷

۱۳۔ القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب الجمعہ، حدیث نمبر ۸۶۹

۱۴۔ القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب المساجد، حدیث نمبر ۵۲۳

Marfat.com

۱۵- السجستانی، سلیمان بن الاشعث، السنن ابی داؤد، کتاب الادب،
حدیث نمبر ۱۲۹۳

۱۶- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الادب، حدیث نمبر ۵۲۳

۱۷- صدیقی، نعیم، محسن انسانیت، ص ۹۵

۱۸- صدیقی، ڈاکٹر مشتاق الرحمٰن، تعلیم و تدریس، ص ۱۶۵

۱۹- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۰

۱۹۔الف۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن ابن ماجہ، کتاب الفتن

۲۰- احمد بن حنبل، مسند احمد، حدیث نمبر ۶۶۹۶

۲۱- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب العلم

۲۲- القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب المساجد، حدیث نمبر ۶۶۷

۲۳- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب، من سئل علماً الخ

۲۴- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب من اعاد
الحدیث ثلاثا

۲۵- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الادب، حدیث نمبر
۵۶۷۰

۲۶- الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، السنن الدارمی، کتاب الصلوٰۃ،
حدیث نمبر ۱۶۵

۲۷- السجستانی، سلیمان بن الاشعث، السنن ابی داؤد، کتاب الادب،
حدیث نمبر ۱۹۹۹

۲۸- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاذان

۲۸۔ (a). مفتی جعفر حسین (مترجم)، نہج البلاغہ، جلد دوم، ص ۸۲۸

Marfat.com

۲۹- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب هل من حبل لا هل العلم ایاماً معلومة

۳۰- ایضاً

۳۱- آل عمران:۱۵۹

۳۲- السجستانی، سلیمان بن الاشعث، السنن ابی داؤد، کتاب الادب

۳۳- القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، باب المساجد

۳۴- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب الرفق

۳۵- البیہقی فی شعب الایمان

۳۶- القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، باب شفقت النبیؐ علی امة،

۳۷- الکہف:٦

۳۸- الاعراف:۲

۳۹- التوبہ :۱۲۸

۴۰- القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب صلوٰة الاستقاء

۴۱- القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب الامارة

۴۲- الطبرانی

۴۳- القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، باب فی الاشربہ حدیث نمبر ۲۰۳۰

۴۴- السجستانی، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الادب

۴۵- عبدالعزیز بن عبدالقوی المنذری، الترغیب والترہیب، جلد سوم ص ۱۲۲

۴٦- العلوان، عبداللہ ناصح، تربیت الاولاد فی الاسلام، جلد نمبر۲ ص ۱۲٦

۴۷- متفق علیہ (بخاری ومسلم)

Marfat.com

۴۸۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الادب

۴۸۔(a). احمد بن حنبل، مسند احمد، جلد ا، ص ۴۱۵

۴۹۔ ایضاً (بحوالہ ابی ھریرہ)

۵۰۔ البیہقی فی شعب الایمان

۵۱۔ السجستانی، سلیمان بن الاشعث، السنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ما جاء فی المزاح

۵۲۔ صدیقی، نعیم، محسن انسانیت، ص ۱۰۶!

۵۳۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، شمائل ترمذی، باب ما جاء فی صفت مزاح رسول اللہؐ

۵۴۔ قسطلانی، احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبدالملک بن احمد، مواہب اللدنیہ، جلد اول، ص ۲۵۶

۵۵۔ القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، (بروایت ابی ھریرہ)

۵۶۔ الطبرانی

۵۷۔ ایضاً

۵۸۔ متفق علیہ (بخاری و مسلم)

۵۹۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (عن نعمان بن بشیر)

۶۰۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب الحیاء فی العلم

۶۱۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (عن ابی موسیٰ)

۶۱۔الف: السجستانی، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الادب

۶۲۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۱۱

۶۳۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق

Marfat.com

۶۴۔فصلت: ۳۴

۶۵۔ Gilbart. Higher, The Art of Teaching

۶۶۔البقرہ: ۸۳

۶۷۔طٰہٰ: ۴۴

۶۸۔آل عمران: ۱۵۹

۶۹۔احمد بن حنبل، مسند احمد، جلد ا، ص ۴۱۵

۷۰۔الترمذی، محمد بن عیسیٰ، شمائل ترمذی، باب کیف کان کلام رسول اللہؐ

۷۱۔البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المغازی

۷۲۔ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب، التبریزی، مشکوٰۃ المصابیح

۷۳۔السجستانی، سلیمان بن الاشعث، السنن ابی داؤد، کتاب الادب

۷۴۔ایضاً

Marfat.com

کتابیات

القرآن

ابن ماجہ، محمد بن یزید، (۱۹۷۸)، السنن ابن ماجہ، بیروت: دارالکتب العلمیہ

احمد بن حنبل، (۱۳۷۸ء) مسند احمد، بیروت: مکتبہ اسلامی

ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، (۱۹۶۸)، لسان العرب، بیروت: دار صادر، دار بیروت

الباقی، محمد عبدالفواد، (۱۹۸۸) المعجم المفہرس لالفاظ القرآن، القاہرہ: المکتبہ التجاریہ

احمد، امین، (۱۹۷۹)، فجر الاسلام، بیروت: دارالکتب العربی

البخاری، محمد بن اسماعیل، (۱۳۷۸ھ)، الجامع الصحیح، القاہرہ: دارالشعب

البیہقی، احمد بن الحسین بن علی، (۱۹۹۰) شعب الایمان، بیروت: دارالکتب العلمیہ

الترمذی، محمد بن عیسی بن سورۃ، (۱۹۶۷) الجامع الصحیح (ترمذی)، حمص:

ایضا، (۱۳۴۴ھ)، شمائل ترمذی، (مترجمہ، مولانا محمد زکریا)، کراچی: نور محمد، اصح المطابع

الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن (۱۹۶۶ء) السنن دارمی، القاہرہ: دارالمحاسن

السجستانی، سلیمان بن الاشعث (۱۹۴۴)، سنن ابی داؤد، بیروت: دارالفکر

صدیقی، نعیم، (۱۹۹۸) محسن انسانیت، لاہور: الفیصل ناشران

صدیقی، مشتاق الرحمان، ڈاکٹر، تعلیم و تدریس، لاہور: ایجوکیشن فاؤنڈیشن

Marfat.com

الطبرانی، ابی القاسم سلیمان بن احمد، (۱۹۸۰)، المعجم الکبیر، القاہرہ: مکتبہ ابن تیمیہ

الطبرانی، ابی القاسم سلیمان بن احمد، (۱۹۹۵)، المعجم الاوسط، القاہرہ: مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع

علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین، الہندی، کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال،

العلوان، عبداللہ ناصح، (۱۹۵۸) تربیت الاولاد فی الاسلام، بیروت: دارالسلام

القسطلانی، احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبداللہ بن احمد، (۱۹۹۱) مواہب اللدنیہ، عمان: المکتبۃ الاسلامی

القشیری، مسلم بن حجاج، (۱۹۵۵) الجامع الصحیح، القاہرہ: داراحیاء الکتب، العربیہ

مودودی، ابوالاعلیٰ، (۱۹۸۹) تفہیم القرآن، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن

مودودی، ابوالاعلیٰ، (۱۹۸۹)، سیرت سرور عالم، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن

محمد شفیع، مولانا، مفتی، (۱۹۹۲)، معارف القرآن، کراچی: ادارۃ المعارف کراچی نمبر۱۴

المنذری، حافظ زکی الدین عبدالعظیم ابن عبدالقوی، الترغیب والترہیب، قاہرہ: دارالحدیث

ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی، مشکوۃ المصابیح، دہلی: اصح المطابع

ونسنک۔ا۔ای (۱۹۳۷) المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی، لیدن، مکتبہ بریل

Marfat.com

قرآن اور صاحبِ قرآن
کا اسلوبِ تعلیم

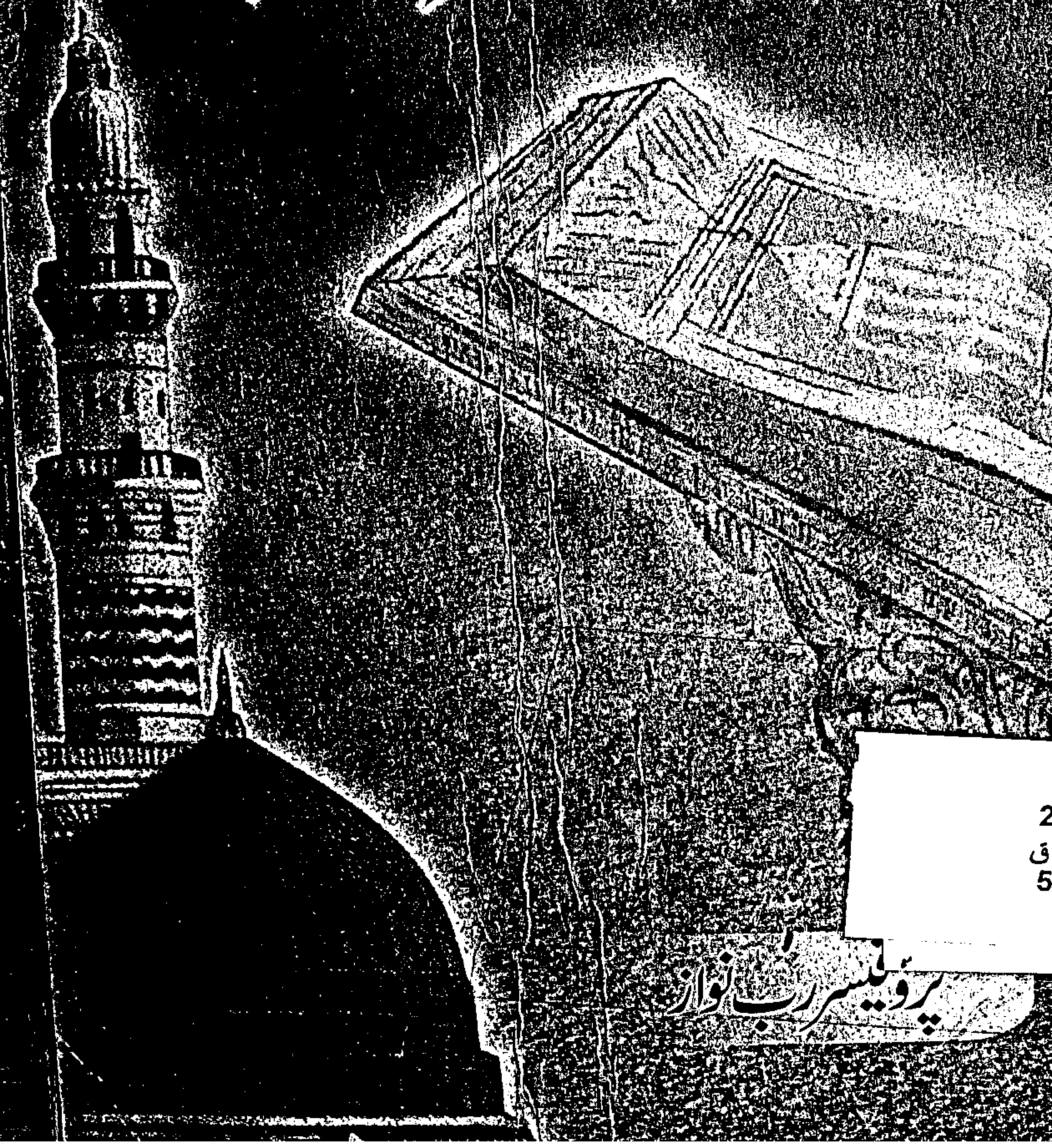

2
ق
5

پروفیسر رب نواز

Marfat.com